(انتخاب)

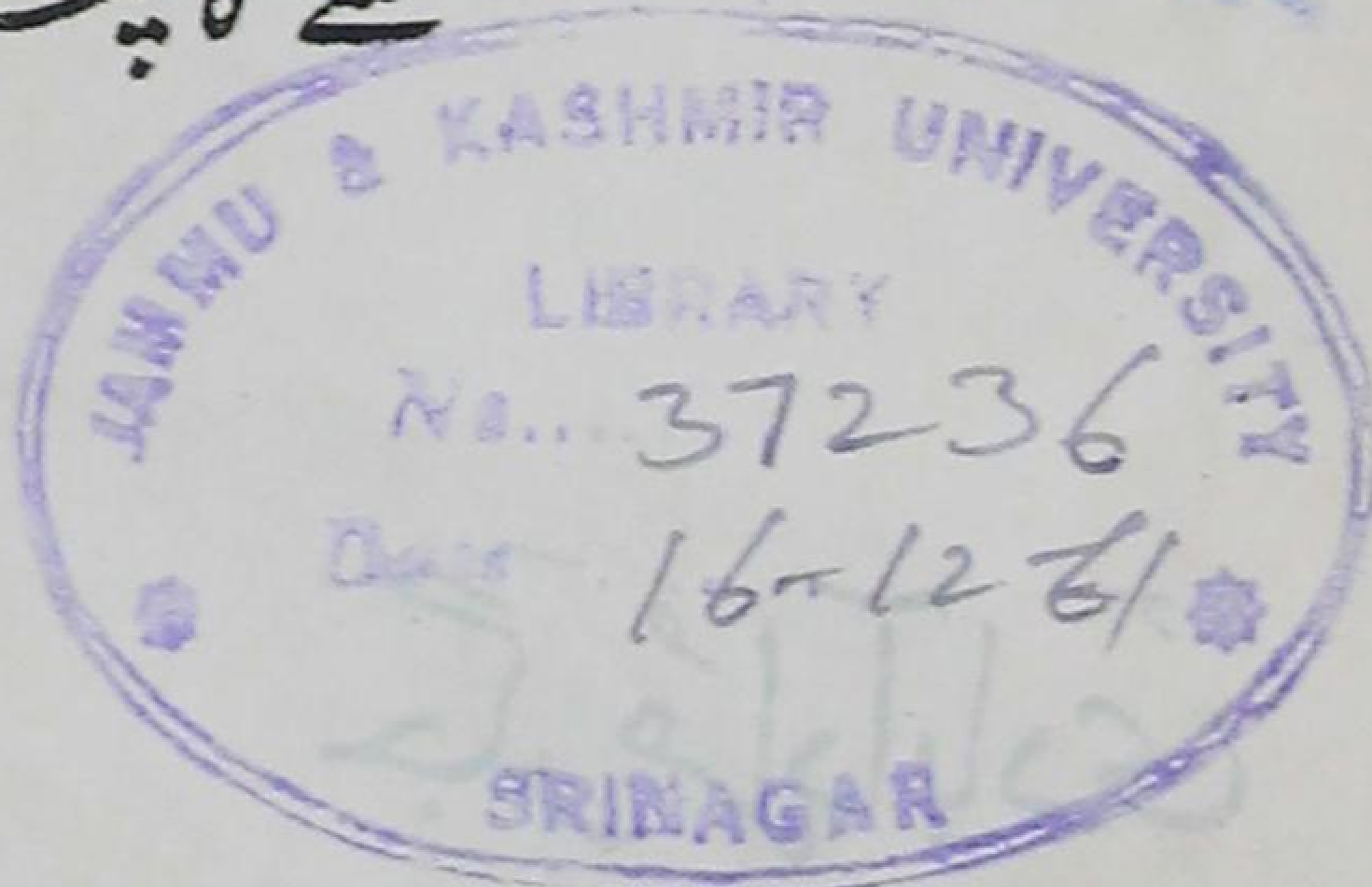
دیوانِ جگر

جگر مُرادآبادی

قیمت دو روپیہ آٹھ آنے

بار اول ۵۰۰

ملنے کا پتہ



عثمانیہ بک ڈپو۔ عثمانیہ بازار۔ حیدر آباد دکن۔

فہرست غزلیات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عشق کو بے نقاب ہونا تھا — آپ اپنا جواب ہونا تھا

مست جامِ شراب ہونا تھا — بیخودِ اضطراب ہونا تھا

تیری آنکھوں کا کچھ قصور نہیں — ہاں مجھی کو خراب ہونا تھا

آؤ مل جاؤ مسکرا کے گلے — ہو چکا جو عتاب ہونا تھا

کوچۂ عشق میں نکل آیا — جسکو خانہ خراب ہونا تھا

مست جامِ شراب خاک ہوئے — غرق جامِ شراب ہونا تھا

دل کہ جسپر ہیں نقش رنگارنگ — اُسکو سادہ کتاب ہونا تھا

ہم نے ناکامیوں کو ڈھونڈ لیا — آخرش کامیاب ہونا تھا

ہائے وہ لمحۂ سکوں کہ جسے — محشرِ اضطراب ہونا تھا

نگہِ یار خود تڑپ اُٹھی — شرطِ اوّل خراب ہونا تھا

کیوں نہ ہوتا ستم بھی بے پایاں — کرم بے حساب ہونا تھا

کیوں نظر حیرتوں میں ڈوب گئی
موج صد اضطراب ہوتا تھا

ہو چکا روزِ اوّلیں ہی جگرؔ
جس کو جتنا خراب ہونا تھا

حُسن بن کر حجاب نے مارا
ایک رنگیں نقاب نے مارا

سایۂ آفتاب نے مارا
جلوۂ آفتاب کیا کہیے

تیر جو اضطراب نے مارا
اپنے سینے ہی پر پڑا اکثر

اس حجاب الحجاب نے مارا
نگہِ شوق و دعوۂ دیدار

پرسش بیحساب نے مارا
ہم نہ مرتے ترے تغافل سے

دردِ بے اضطراب نے مارا
لذتِ دید بے جمال نہ پوچھ

اس ادائے حجاب نے مارا
چھپتے ہیں اور چھپا نہیں جاتا

مرگِ ناکامیاب نے مارا
حشر تک ہم نہ مرنیوالوں کو

دم نہ پھر اضطراب نے مارا
پاتے ہی اک اشارۂ نازک

دل کہ تھا جانِ زیست آہ جگرؔ
اسی خانہ خراب نے مارا

شورش کائنات نے مارا — موت بن کر حیات نے مارا

پرتوِ حسن ذات نے مارا — مجھ کو میری صفات نے مارا

ستم یار کی دُہائی ہے — نگہِ التفات نے مارا

میں تھا رازِ حیات اور مجھے — میرے رازِ حیات نے مارا

ستمِ زیست آفرین کی قسم — خطرۂ التفات نے مارا

موت کیا ایک لفظ بے معنی — جسکو مارا حیات نے مارا

جو پڑی دل پہ سہہ گئے لیکن — ایک نازک سی بات نے مارا

شکوۂ موت کیا کریں جگرؔ

آرزوئے حیات نے مارا

کام آخر جذبۂ بے اختیار آ ہی گیا — دل کچھ اس صورت سے تڑپا انکو پیار آ ہی گیا

جب نگاہیں اُٹھ گئیں اللہ ری معراجِ شوق — دیکھتا کیا ہوں وہ جانِ انتظار آ ہی گیا

ہائے یہ حسنِ تصور کا فریب رنگ و بو — میں یہ سمجھا جیسے وہ جانِ بہار آ ہی گیا

ہاں سزا دے اے خدائے عشق اے توفیقِ غم — پھر زبانِ بے ادب پر ذکرِ یار آ ہی گیا

اس طرح خوش ہوں کسی کے وعدۂ فردا پہ میں — درحقیقت جیسے مجھکو اعتبار آ ہی گیا

ہائے کافر دل کی یہ کافر جنوں انگیزیاں — تم کو پیار آئے نہ آئے مجھ کو پیار آہی گیا
درد نے کروٹ ہی بدلی تھی کہ دل کی آڑ سے — دفعتاً پردہ اُٹھا اور پردہ دار آہی گیا
دل نے اک نالہ کیا آج اس طرح دیوانہ وار — بال بکھرائے کوئی مستانہ وار آہی گیا

جان ہی دیدی جگر نے آج پائے یار پر
عمر بھر کی بیقراری کو قرار آہی گیا

کس نظر سے آج وہ دیکھا کیا — دل مرا ڈوبا کیا اُچھلا کیا
حُسن سے بھی دل کو بے پروا کیا — کیا کیا اے عشق تو نے کیا کیا
تو نے سو سو رنگ سے پردا کیا — دیکھنے والا تجھے دیکھا کیا
وہ بھی نکلی اک شعاعِ برقِ حُسن — میں جسے اپنی نظر سمجھا کیا
لذتِ ناکامیابی الاماں — تو نے ہر امروز کو فردا کیا
اب نظر کو بھی نہیں دم بھر قرار — اُس نے بھی اندازِ دل پیدا کیا
اُن کے جاتے ہی یہ حیرت چھا گئی — جس طرف دیکھا کیا دیکھا کیا

مجھ سے قائم ہیں جنوں کی عظمتیں
میں نے صحرا کو جگر صحرا کیا

دل نے سینے میں تڑپ کر انھیں جب یاد کیا — در و دیوار کو آمادۂ فریاد کیا

وصل سے شاد کیا ہجر سے ناشاد کیا — اسنے جسطرح سے چاہا مجھے برباد کیا

تم مرے رونے پہ روئے ستم ایجاد کیا — عشق کی روح کو آمادۂ فریاد کیا

لاکھ جانیں ہوں تو پھر اُنپہ تصدق کر دوں — وہ یہ فرمائیں کہ ہمنے اُسے برباد کیا

کیا طریقہ ہے یہ صیاد کا اللہ اللہ — ایک کو قید کیا ایک کو آزاد کیا

ہمکو دیکھ اور غم فرقت کے نہ سہنے والے — اس بُرے حال میں بھی ہمنے تجھے یاد کیا

اور کیا چاہئے سرمایۂ تسکیں اے دوست — اک نظر دل کیطرف دیکھ لیا شاد کیا

شرح نیرنگیٔ اسباب کہاں تک کیجے — مختصر یہ کہ ہمیں آپ نے برباد کیا

پردۂ شوق سے اک برق تڑپ کر نکلی — یاد کرنیکی طرح سے انھیں جب یاد کیا

مہرباں ہمپہ ہی چشم سخن گو ان کی — جب ملی آنکھ نگاہوں نے کچھ ارشاد کیا

دل کا کیا حال کہوں جوش جنوں کے ہاتھوں — اک گھروندا سا بنایا یا برباد کیا

اب سے پہلے تو نہ تھا ذوق محبت رسوا — شاید ان مست نگاہوں نے کچھ ارشاد کیا

عشق کیوں سوگ منائے یہ خوشی کیا کم ہے — دل یہ جسکا تھا اُسی نے اُسے برباد کیا

بد دعا تھی کہ دعا کچھ نہیں کھلتا لیکن — چپکے چپکے لب نازک سے کچھ ارشاد کیا

جرم مجبوریٔ بیتاب الٰہی توبہ — یہ بھی اک بے ادبی تھی کہ تجھے یاد کیا

موت اک دامِ گرفتاریٔ تازہ ہے جگر
یہ نہ سمجھو کہ غمِ عشق نے آزاد کیا

میرا جو حال ہو سو ہو برقِ نظر گرائے جا
میں یونہی نالہ کش رہوں تو یونہی مسکرائے جا

دل کے ہر ایک گوشہ میں آگ سی اب لگائے جا
مطربِ آتشیں نوا ہاں اسی دُھن میں گائے جا

لحظہ بہ لحظہ دم بدم جلوہ بجلوہ آئے جا
تشنۂ حُسن ذات ہوں تشنہ لبی بڑھائے جا

جتنی بھی آج پی سکوں عذر نہ کر پلائے جا
مست نظر کا واسطہ مست نظر بنائے جا

لطف سے ہو کہ قہر سے ہوگا کبھی تو رُو برو
اُسکا جہاں پتا چلے شور وہیں مچائے جا

عشق کو مطمئن نہ رکھ حسن کے اعتماد پر
وہ تجھے آزما چکا تو اُسے آزمائے جا

جو اب بھی تکلیف فرمایئے گا
تو بس ہاتھ ملتے ہی رہ جایئے گا

نگاہوں سے چھپکر کہاں جایئے گا
جہاں جایئے گا ہمیں پایئے گا

مرا جب بُرا حال سُن پایئے گا
خراماں خراماں چلے آیئے گا

مٹا کر ہمیں آپ پچھتایئے گا
کمی کوئی محسوس فرمایئے گا

نہیں کھیل ناصح جنوں کی حقیقت سمجھ لیجئے گا تو سمجھائیے گا

ہمیں بھی یہ اب دیکھنا ہے کہ ہم پر کہاں تک توجہ نہ فرمائیے گا

ستم عشق میں آپ آساں نہ سمجھیں تڑپ جائیے گا تو تڑپائیے گا

یہ دل ہے اسے دل ہی بس رہنے دیجئے کرم کیجئے گا تو پچھتائیے گا

کہیں چپ رہی ہے زبان محبت نہ فرمائیے گا تو فرمائیے گا

بھلانا ہمارا مبارک مبارک مگر شرط یہ ہے نہ یاد آئیے گا

ہمیں بھی نہ اب چین آئیگا جبتک ان آنکھوں میں آنسو نہ بھر لائیے گا

ترا جذبۂ شوق ہے بے حقیقت ذرا پھر تو ارشاد فرمائیے گا

ہمیں جب نہ ہونگے تو کیا رنگ محفل کسے دیکھکر آپ شرمائیے گا

یہ مانا کہ دیکر ہمیں رنج فرقت مداوائے فرقت نہ فرمائیے گا

محبت محبت ہی رہتی ہے لیکن کہاں تک طبیعت کو بہلائیے گا

نہ ہوگا ہمارا ہی آغوش خالی کچھ اپنا بھی پہلو تہی پائیے گا

جنوں کی جگر کوئی حد بھی ہے آخر
کہاں تک کسی پر ستم ڈھائیے گا

تم اس دل وحشی کی دفاؤں پہ نہ جانا — اپنا نہ رہا جو وہ کسی کا نہ رہے گا

مٹ جائیگی جسدن مرے سجدوں کی حقیقت — دنیا میں ترا نقش کف پا نہ رہے گا

بے پردگی حسن ہیں سب یہ حجابات — پردہ جو گرائیگے تو پردا نہ رہے گا

وہ لاکھ مٹاتے رہیں دنیائے تمنا — کہتے ہیں جسے دل کبھی تنہا نہ رہے گا

مانا لب نازک کو وہ تکلیف نہ دینگے — آنکھوں سے بھی کیا کوئی اشارا نہ رہے گا

اللہ یہ ساون کی گھٹائیں یہ ہوائیں — کیا آج بھی شغل مے و مینا نہ رہے گا

اس دل کو بنایا تو ہے شائستہ حرماں
سنتے ہیں انھیں یہ بھی گوارا نہ رہے گا

ہاں نگاہِ شوق وہ اٹھی نقاب — آفتاب آمد دلیل آفتاب

شوق بے پایاں و جوش بیحساب — عشق کیا ہے اک مسلسل اضطراب

دست رنگین و جمال بیحساب — اے خوش آں وقتی و خوش جام شراب

لکھ چکے خط جا چکا خط کا جواب — اضطراب اضطراب اضطراب

آج کچھ اپنا پتہ ملتا نہیں — میں کہاں ہوں اے نگاہِ باریاب

کچھ کہوں تو کیا کہوں کس سے کہوں — میں ہی خود اپنا سوال اپنا جواب

میری ہستی ہے غبارِ کوئے دوست — مجھ سے پیدا ہر سکوں ہر اضطراب

پوچھنا کیا؟ چشمِ بینا ہو تو دیکھ — دل کے ہر ذرے میں ہیں لاکھ آفتاب

ہوش سے پھر مائلِ فرزانگی — لا شراب اے مست ساقی لا شراب

میرے جامِ بادہ کی رنگینیاں — جانتا ہے حسن کا ظالم شباب

غرقِ موجِ بادہ کر دے ساقیا — تا کجا یہ؟ اور دنیائے خراب

جاں سراپا کچھ ہے راحت کچھ خلش — دل مجسم کچھ سکوں کچھ اضطراب

عشق کیا ہے پرتوِ حسنِ تمام — شوق کیا ہے؟ حسن کا عکسِ سحاب

اُن لبوں کی جاں نوازی دیکھنا — منہ سے بول اُٹھنے کو ہے جامِ شراب

مختصر ہے شرحِ ہستی اے جگر
زندگی ہے خواب، اجل تعبیرِ خواب

میرا جنونِ شوق وہ عرضِ وفا کے بعد — وہ شانِ احتیاط تری ہر ادا کے بعد

تیری خبر نہیں مگر اتنی تو ہے خبر — تو ابتدا سے پہلے ہے تو انتہا کے بعد

شاید اسی کا نام مقامِ فنا نہ ہو — نازک سا ہو چلا ہے دل ہر صدا کے بعد

گو دل سے تنگ ہوں مگر آتا ہے یہ خیال — پھر جی کے کیا کروں گا دلِ مبتلا کے بعد

ہاں پھر اُنھیں حسین نگاہوں کا واسطہ
تھوڑا سا زہر بھی مری خاطر دوا کے بعد

کبھی شاخ و سبزہ و برگ پر، کبھی غنچہ و گل و خار پر
میں چمن میں چاہے جہاں رہوں مرا حق ہے فصلِ بہار پر
مجھے دیں نہ غیظ میں دھمکیاں گرلاکھ بار یہ بجلیاں
مری سلطنت یہی آشیاں، مری ملکیت یہی چار پر
جنھیں کہیے عشق کی وسعتیں، جو ہیں خاص حسن کی عظمتیں
یہ اسی کے قلب سے پوچھئے، جسے فخر ہو غمِ یار پر
مرے اشک خوں کی بہار ہے، کہ مرقعِ غمِ یار ہے
مری شاعری بھی نثار ہے مری چشمِ سحر نگار پر
عجب انقلابِ زمانہ ہے، مرا مختصر سا فسانہ ہے
یہی اب جو بار ہے دوش پر یہی سر تھا زانوئے یار پر
یہ کمالِ عشق کی سازشیں، یہ جمالِ حسن کی نازشیں
یہ عنایتیں یہ نوازشیں مری ایک مُشتِ غبار پر

مری سمت سے اُسے صبا یہ پیام آخرِ غم سُنا
ابھی دیکھنا ہو تو دیکھ جا کہ خزاں ہے اپنی بہار پر

یہ فریبِ جلوہ ہے سر بسر مجھے ڈر یہ ہے دلِ بے خبر
کہیں جم نہ جائے تری نظر انہیں چند نقش و نگار پر

میں رہینِ دردِ سہی مگر، مجھے اور چاہیے کیا جگر
غمِ یار ہے مرا شیفتہ، میں فریفتہ غمِ یار پر

ہجومِ تجلّے سے معمور ہو کر
نظر رہ گئی شعلہ طور ہو کر

مجھی میں رہے مجھ سے مستور ہو کر
بہت پاس نکلے بہت دور ہو کر

بس اک نشۂ عشق میں چور ہو کر
پڑے رہتے اس در پہ مجبور ہو کر

کہیں اُن کے روکے سے رکتے ہیں وحشی
نہ مجبور کر دیں جو مجبور ہو کر

وفا پر ہزار ایسی جانیں تصدق
اگر رہ نہ جائے یہ دستور ہو کر

تمہیں بھی نہ جو ہی جو تم کہہ گئے ہو
خود اپنی اداؤں سے مسحور ہو کر

شبِ غم بھی تیری توجہ کے صدقے
نمایاں ہوئی مطلعِ نور ہو کر

سنانے چلے ہیں انہیں قصۂ غم
بہت دل کے ہاتھوں سے مجبور ہو کر

سنبھل جائیں آسودگانِ محبت — نگاہیں اُٹھیں شورِ منصور ہو کر

نظر عیشِ فانی پہ کیا خاک ڈالیں — ترے دردمندانِ مہجور ہو کر

خبر بھی ہے؟ تم کیا سے کیا ہو گئے ہو — زِ سر تا قدم حسنِ مجبور ہو کر

وہی نور میں ہے وہی نار میں ہے — کبھی نار ہو کر کبھی نور ہو کر

تجاہل، تغافل، تبسم، تکلم — یہاں تک تو پہنچے وہ مجبور ہو کر

ترے حسنِ مغرور سے نسبتیں ہیں — کہیں ہم نہ رہ جائیں مغرور ہو کر

جگر کی اداؤں کا اب پوچھنا کیا
تری مست نظروں سے مخمور ہو کر

عشق میں لا جواب ہیں ہم لوگ — ماہتاب آفتاب ہیں ہم لوگ

گرچہ اہلِ شراب ہیں ہم لوگ — [قطعہ] یہ نہ سمجھو خراب ہیں ہم لوگ

شام سے آ گئے جو پینے پر — صبح تک آفتاب ہیں ہم لوگ

ہم کو دعوائے عشق بازی ہے — مستحقِ عذاب ہیں ہم لوگ

ناز کرتی ہے خانہ ویرانی — ایسے خانہ خراب ہیں ہم لوگ

ہم نہیں جانتے خزاں کیا ہے — کشتگانِ شباب ہیں ہم لوگ

تو ہمارا جواب ہے تنہا قطرہ اور تیرا جواب ہیں ہم لوگ

تو ہے دریائے حسن محبوبی   شکل موج و حباب ہیں ہم لوگ

گو سراپا حجاب ہیں پھر بھی   تیرے رُخ کے نقاب ہیں ہم لوگ

ہم سے غفلت نہو تو پھر کیا ہو؟   رہبر ملک خواب ہیں ہم لوگ

جانتا بھی ہے اس کو تو واعظ!   جسکے مست شراب ہیں ہم لوگ

ہم پہ نازل ہوا صحیفۂ عشق   صاحبان کتاب ہیں ہم لوگ

ہر حقیقت سے جو گذر جائیں   وہ صداقت مآب ہیں ہم لوگ

ہم سے پوچھو جگر کی سرمستی
محرم آنجناب ہیں ہم لوگ

تو بھی او نا آشنائے دردِ دل   کاش ہوتا مبتلائے دردِ دل

اللہ اللہ انتہائے دردِ دل   اب نہیں تم ہو بجائے دردِ دل

اُس نظر کی بیقراری آہ آہ   باش او گستاخ ادائے دردِ دل

دردِ دل میرے لئے گر ہے تو ہو   میں نہیں ہرگز برائے دردِ دل

ذرہ ذرہ ہے قیامت گاہِ عشق   صاف سنتا ہوں صدائے دردِ دل

جس طرف وہ شوخ نظریں اُٹھ گئیں — لے اُڑی موجِ ہوائے دردِ دل
مجھ سے شاید رہ نہ جائے کچھ کمی — آپ ہی دے لیں سزائے دردِ دل
کچھ تغافل، کچھ توجہ، کچھ غرور — دیکھنا شانِ عطائے دردِ دل
دردِ دل غیرت تری کیا ہو گئی — ان لبوں پہ اور ہائے دردِ دل

اب انکا کیا بھروسہ وہ آئیں یا نہ آئیں — آ اے غمِ محبت تجھ کو گلے لگائیں
بیٹھا ہوں مست و بیخود خاموش ہیں فضائیں — کانوں میں آ رہی ہیں بھولی ہوئی صدائیں
سب اُن پہ ہیں تصدق وہ سامنے تو آئیں — اشکوں کی آرزوئیں آنکھوں کی التجائیں
عشاق پا رہے ہیں ہر جرم پہ سزائیں — انعام بٹ رہے ہیں مغرور ہیں خطائیں
اس سے بھی شوخ تر ہیں اس شوخ کی ادائیں — کر جائیں کام اپنا لیکن نظر نہ آئیں
مسجد میں معتکف ہیں بیکار ہی تو زاہد — دو روزہ زندگی ہے آئیں پئیں پلائیں
اس حسنِ برق وش کے دل سوختہ وہی ہیں — شعلوں سے بھی جو کھیلیں دامن کو بھی بچائیں
عاشق خراب مستی زاہد خراب تمکیں — وہ بھی ترے کرشمے یہ بھی تری ادائیں
جیسا وہ چاہتے ہیں جو کچھ وہ چاہتے ہیں — آتی ہیں میرے دل سے لب تک یہی دعائیں
ملک جام آخری تو پینا ہے اور ساقی — اب دست شوق کانپے یا پاؤں لڑکھڑائیں

اب ہاتھ مل رہے ہیں وہ خاک عاشقاں پر　　برباد کر چکے جب اپنی ہی کچھ ادائیں

آلودِ خاک ہی ہیں رہنے دو اسکو اصح　　دامن اگر جھٹک دیں جلوے کہاں سمائیں

اشعار بن کے نکلیں جو سینۂ جگر سے

سب حسنِ یار کی تھیں بیساختہ ادائیں

کدھر ہے تیرا خیال اے دل! وہ ہم پہ کیا کیا سما رہے ہیں

نظر اٹھا کر تو دیکھ ظالم! کھڑے وہ کیا مسکرا رہے ہیں

تمام ہستی پہ چھا رہے ہیں! وہ جیسے خود ہی بنا رہے ہیں

نظر نظر میں سما چکے ہیں نفس نفس میں سما رہے ہیں

کرشمے ذات و صفات کے ہیں جمالِ قدرت دکھا رہے ہیں

کہ ہر تصور سے دور رہ کر، وہ ہر تصور میں آ رہے ہیں

کہاں کی دید اور کہاں کے عرفاں حواس گم ہیں نظر پریشاں

جو ایک پردہ اٹھا رہے ہیں تو لاکھ پردے گرا رہے ہیں

یہ جلوۂ نا متناہی زمانہ کیا ہیں اسی کے حسنِ طلب کے جلوے

دلوں کو ٹھوکر لگا لگا کر، دلوں کی دنیا جگا رہے ہیں

کرشمے ہیں حسنِ بے جہت کے، فسوں ساہیں چشمِ مناسبت کے
اِدھر سے دیکھو تو آرہے ہیں، اُدھر سے دیکھو تو آرہے ہیں

نفس نفس میں صفاتِ تازہ، حمیاتِ تازہ حیاتِ تازہ
اُنھیں میسّر ہے ذاتِ تازہ، جو خود کو تجھ میں مٹا رہے ہیں

قطعہ

ہماری ہستی تمام آفت، تمام زحمت، تمام کلفت
اگر یہ سچ ہے تو فی الحقیقت ہمیں خود ان کو ستا رہے ہیں

ہوا کچھ ایسی ہی چل گئی ہے، دلوں کی دنیا بدل گئی ہے
وہ ہم کو مطلوب کہہ رہے ہیں، ہم ان کو طالب بتا رہے ہیں

ذرا سا اک وقفۂ محبت، اُٹھا گیا اور ہی قیامت
ابھی ہم آنسو بہا رہے تھے، ابھی وہ آنسو بہا رہے ہیں

خوشا یہ پندارِ عشق اپنا، زہے شکستِ غرورِ اُن کی
وہ ہم سے نظریں ملا رہے ہیں، ہم ان سے نظریں ہٹا رہے ہیں

نظر نظر التجائے پیہم، ادا ادا شکوۂ مجسم
ذرا جو بن کر بگڑ رہے ہیں ہمیں وہ کیا کیا منا رہے ہیں

گلوں سے مستی چھلک رہی ہے، سر اپنا بلبل پٹک رہی ہے
جگر کسی گوشۂ چمن میں، غزل کوئی اپنی گا رہے ہیں

کرم کوشیاں ہیں ستم کاریاں ہیں — بس اک دل کی خاطر یہ تیاریاں ہیں
چمن سوز گلشن کی گلکاریاں ہیں — یہ کس سوختہ دل کی چنگاریاں ہیں
نہ بیہوشیاں اب نہ ہشیاریاں ہیں — محبت کی تنہا فسوں کاریاں ہیں
نہ وہ مستیاں ہیں نہ سرشاریاں ہیں — خودی کا ہی احساس خودداریاں ہیں
محبت اثر کرتی ہے چپکے چپکے — محبت کی خاموش چنگاریاں ہیں
نگاہ تجسّس سے دیکھا جہاں تک — پرستاریاں ہی پرستاریاں ہیں
تجلّے ہے کہدو ذرا ہاتھ روکے — بہت عام اب دل کی بیماریاں ہیں
نہ آزاد دل ہیں نہ بے قید نظریں — گرفتاریاں ہی گرفتاریاں ہیں
نہ ذوق تخیل نہ ذوق تماشا — محبت ہے اور بیزاریاں ہیں
تغافل ہے اک شان محبوب لیکن — تغافل میں پنہاں خبرداریاں ہیں
کہاں ہیں؟ کہاں تازہ اشعار رنگیں — تری اک توجہ کی گلکاریاں ہیں
ازل سے ہے صرف [illegible] — خدا جانے کیا کچھ طلب گاریاں ہیں

پئے جا رہے ہیں سبھی دیدہ و دل
تری آمد آمد کی تیاریاں ہیں
قدم ڈگمگائے نظر بہکی بہکی
جوانی کا عالم ہے سرشاریاں ہیں
جگر زندگی لطف سے کٹ رہی ہے
غم آزاریاں ہیں جنوں گاریاں ہیں

کہاں پھر یہ ہستی؟ کہاں ایسی ہستی
جگر کی جگر تک ہی میخواریاں ہیں

نیاز و ناز کے جھگڑے مٹائے جاتے ہیں
ہم اُن میں اور وہ ہم میں سمائے جاتے ہیں
شروع راہِ محبت ارے معاذ اللہ
یہ حال ہے کہ قدم ڈگمگائے جاتے ہیں
یہ ناز حسن تو دیکھو کہ دل کو تڑپا کر
نظر ملاتے نہیں مسکرائے جاتے ہیں
مرے جنونِ تمنا کا کچھ خیال نہیں
لجائے جاتے ہیں دامن چھڑائے جاتے ہیں
جو دل سے اٹھتے ہیں شعلے وہ رنگ بن بنکر
تمام منظر فطرت پہ چھائے جاتے ہیں
میں اپنی آہ کے صدقے کہ میری آہ میں بھی
تری نگاہ کے انداز پائے جاتے ہیں
نشاں وہاں لئے جاتی ہے آرزوئے وصال
کشاں کشاں ترے نزدیک آئے جاتے ہیں
کہاں منازل ہستی؟ کہاں ہم اہل فنا؟
ابھی کچھ اور یہ تہمت اٹھائے جاتے ہیں
مری طلب بھی اسی کے کرم کا صدقہ ہے
قدم یہ اٹھتے نہیں ہیں اٹھائے جاتے ہیں

الٰہی ترکِ محبت بھی کیا محبت ہے — بھلاتے ہیں اُنھیں وہ یاد آئے جاتے ہیں

سُناتے نغمے لب سے کسی نے جو نغمے

لبِ جگر سے مکرر سنائے جاتے ہیں

کیا غرض مجھکو ترے دل پہ اثر ہے کہ نہیں — میں پرستارِ محبت ہوں خبر ہے کہ نہیں

نہیں معلوم محبت میں اثر ہے کہ نہیں — جو ادھر ہے مری حالت وہ ادھر ہے کہ نہیں

میں نہ کھاؤنگا کبھی ترے حُسنِ تغافل کے فریب — میری جانب تمہی در پردہ نظر ہے کہ نہیں

اب یہ عالم ہے کہ جو ہجر کی شب آتی ہے — میں یہ کہتا ہوں کہ اس شب کی سحر ہے کہ نہیں

پوچھ مجھ سے نہ مرے زخمِ جگر کی حالت — میرے دامن میں ہر آنسو گلِ تر ہے کہ نہیں

تو ہی کہدے کہ جنوں مجھکو نہ کیونکر ہو عزیز — اس کو حاصل تری تاثیرِ نظر ہے کہ نہیں

وصل کہتے ہیں جسے اس کی حقیقت معلوم — ورنہ اک سلسلۂ شام و سحر ہے کہ نہیں

اک نظر دیکھ تو لے دل کے مٹانے والے — ابھی اس خاک میں طوفانِ شرر ہے کہ نہیں

پوچھتا پھرتا ہوں اک ایک سے اس کوچہ میں — جسکا دیوانہ ہوں اسکو بھی خبر ہے کہ نہیں

اور درکار ہے کیا تیری توجہ کے لئے — آہ ظالم مری محروم اثر ہے کہ نہیں

عشقِ بے جذب ہوئے رہ نہیں سکتا ہرگز — تیری ہر شان میں اک شانِ جگر ہے کہ نہیں

لے اُٹھا جاتا ہوں میں جھاڑ کے دامن اپنا
پھر نہ کہنا، مرا دیوانہ جگر ہے کہ نہیں

لفظ معنی میں نہیں جلوہ و صورت میں نہیں
عشق اک چیز ہے جو حرف و حکایت میں نہیں

وہ حقیقت کہ جو محدود حقیقت میں نہیں
دل کی وسعت میں ہے کونین کی وسعت میں نہیں

غم میسر ہے ترا غم پہ نہ کیوں ناز کروں
یہ بھی کیا تو ہے کہ جو عشق کی قسمت میں نہیں

وہ جو اک ربط محبت ہے مٹانا جس کا
میری قدرت میں نہیں آپ کی قدرت میں نہیں

جلوہ پھر جلوہ ہے نظارہ ہے پھر نظارہ
حیرت آئینہ میں ہے آئینہ حیرت میں نہیں

یوں بھی تکمیلِ غم عشق ہوا کرتی ہے
اسی قسمت میں ہے کس میں جو مری قسمت میں نہیں

غم عاشقی کا صلا چاہتا ہوں
خود اپنی نظر سے گرا چاہتا ہوں

بلا پرورِ دل بلا چاہتا ہوں
سزاوارِ غم ہوں سزا چاہتا ہوں

محبت بقیدِ وفا چاہتا ہوں
برا نا سمجھ ہوں یہ کیا چاہتا ہوں

جنونِ محبت یہاں تک تو پہونچا
کہ ترک محبت کیا چاہتا ہوں

وہ یوں پرسشِ شوق فرما رہے ہیں — کوئی خود یہ کہدے کہ کیا چاہتا ہوں

طلسمِ تمنا سمجھ میں نہ آیا — کوئی مجکو سمجھائے کیا چاہتا ہوں

ظہورِ دو عالم اک اعجاز جس کا — اُسی نقش پا پر مٹا چاہتا ہوں

کہانتک ہیں یہ رنگ و بو کی بہاریں — تجھے دیکھکر دیکھنا چاہتا ہوں

کہیں ٹوٹ جائے نہ دل بیکسی کا — نگاہِ کرم! آسرا چاہتا ہوں

محبت ہی اپنا بھی مذہب ہے لیکن

طریقِ محبت جدا چاہتا ہوں

محبت کی محبت تک ہی جو دنیا سمجھتے ہیں — خدا جانے وہ کیا سمجھے ہوئے ہیں کیا سمجھتے ہیں

جمالِ رنگ و بو تک حسن کی دنیا سمجھتے ہیں — جو صرف اتنا سمجھتے ہیں وہ آخر کیا سمجھتے ہیں

کمالِ تشنگی ہی سے بجھا لیتے ہیں پیاس اپنی — اسی تپتے ہوئے صحرا کو ہم دریا سمجھتے ہیں

سمجھنے دے انھیں اے غیرتِ جوشِ جنوں ظالم — جہانتک جانتے ہیں خود کو وہ اپنا سمجھتے ہیں

ہم انکا عشق کیسا اُنکے غم بھی نہیں قابل — یہ اُنکی مہربانی ہے کہ وہ ایسا سمجھتے ہیں

یہ کیا طاقت کہ ہم پر ڈالدے ٹیڑھی نگاہ کوئی — مگر اہلِ جہاں محبوبی کو مستثنیٰ سمجھتے ہیں

ہمیں ہیں عشق کے مارے ہمیں پر ہی نظر اُنکی — ہمیں اپنا بنایا ہے ہمیں اپنا سمجھتے ہیں

نگاہِ شوق ہی کچھ جانتی ہے راہ مستوری
وہ خود جلوہ ہیں انکا سب جسے جلوہ سمجھتے ہیں

اشاروں میں لُٹا دیتے ہیں وہ گنجِ دین و دُنیا کی
مگر اپنی محبت کو وہ صرف اپنا سمجھتے ہیں

مئے مینا کے پینے سے اُنکو دھوکا دے نہیں سکتے
ازل کے دن سے جو رازِ مئے و مینا سمجھتے ہیں

خبر اسکی نہیں اُن خام کارانِ محبت کو
اُسی کو دکھ بھی دیتے ہیں جسے اپنا سمجھتے ہیں

فضائے نجد ہو یا قیس عامر اے جگر ہم کو
یہ جو کچھ ہے اسی عکسِ رُخِ لیلیٰ سمجھتے ہیں

رند جو مجکو سمجھتے ہیں انہیں ہوش نہیں
میکدہ ساز ہوں میں میکدہ بردوش نہیں

کون سا جلوہ یہاں آتے ہی بیہوش نہیں
دل مرا دل ہے کوئی ساغرِ سرجوش نہیں

مرنے والے تجھے مرنے کا بھی کیا ہوش نہیں
ماں کا آغوش ہے یہ موت کا آغوش نہیں

پاؤں اُٹھ سکتے نہیں منزلِ جاناں کے خلاف
اور اگر ہوش کی پوچھو تو مجھے ہوش نہیں

حسن سے عشق جدا ہے نہ جدا عشق سے حسن
کونسی شے ہے جو آغوش در آغوش نہیں

مٹ چلے ذہن سے سب یادِ گذشتہ کے نقوش
پھر بھی اک چیز ہے ایسی کہ فراموش نہیں

ایک گوشہ میں سمٹ آئے ہیں دونوں عالم
میرا دامن ہے کسی اور کا آغوش نہیں

اب تو تاثیرِ غمِ عشق یہاں تک پہنچی
کہ اِدھر ہوش اگر ہے تو اُدھر ہوش نہیں

زیست ہی زیست جو رگ رگ میں رواں ہے مئے عشق
موت ہی موت اگر رقص نہیں جوش نہیں

کبھی اُن مدبھری آنکھوں سے پیا تھا اک جام
آج تک ہوش نہیں ہوش نہیں ہوش نہیں

عشق اگر حسن کے جلووں کا ہے مرہونِ کرم
حسن بھی عشق کے احساس سے سبکدوش نہیں

اپنے ہی حسن کا دیوانہ بنا پھرتا ہوں
میری آغوش کو اب حسرتِ آغوش نہیں

محوِ تسبیح تو سب ہیں مگر ادراک کہاں
زندگی خود ہی عبادت ہے مگر ہوش نہیں

مل کے اک بار گیا ہے کوئی جس دن سے جگر
مجھ کو یہ وہم ہے جیسے مری آغوش نہیں

مر کے بھی کب تک نگاہِ شوق کو رسوا کریں
زندگی تجھ کو کہاں پھینک آئیں آخر کیا کریں

جذبِ دل ممکن نہیں تو چشمِ دل ہی وا کریں
وہ ہمیں دیکھیں نہ دیکھیں ہم انہیں دیکھا کریں

اے میں قربان مل گیا عرضِ محبت کا صلہ
ہاں اسی انداز سے کہہ دو تو پھر ہم کیا کریں

دیکھئے کیا شور اٹھتا ہے حریمِ ناز سے
سامنے آئینہ رکھ کر خود کو اک سجدہ کریں

ہائے یہ مجبوریاں، محرومیاں، ناکامیاں
عشق آخر عشق ہے تم کیا کرو ہم کیا کریں

عشق خود اپنی جگہ عینِ حقیقت ہے اے جگر
عشق ہی میں کیوں نہ شانِ دلبری پیدا کریں

اللہ اللہ عشق کی رعنائیاں — حُسن خود لینے لگا انگڑائیاں

ہائے وہ غم کی کرم فرمائیاں — بھیگی راتیں اور وہ تنہائیاں

عشق ہے ہر موئے تن سے نغمہ زن — بج رہی ہیں ہر طرف شہنائیاں

کوئی دیکھے تو حریم شوق میں — خلوتوں کی انجمن آرائیاں

یاد ظالم کو تم اپنی روک لو — لے لیتی ہے مری بینائیاں

دل کی چوٹیں ابھری آتی ہیں تمام — عشق کی چلنے لگیں پروائیاں

حسن کی جان توجہ بن گئیں — بڑھتے بڑھتے عشق کی رسوائیاں

سامنے جیسے وہ خود ہیں جلوہ گر — اللہ اللہ یہ حجاب آرائیاں

خود بڑھے آتے ہیں وہ میری طرف — کوئی دیکھے تو مری پسپائیاں

اب کہاں انساں جیسے انساں کہیں — چلتی پھرتی دیکھ لو پرچھائیاں

غیر تو غیر اپنے سائے سے بھی شرم — دیکھنا اس کی وحشت زائیاں

حسن بھی ہے عشق بھی ہے جلوہ گر — ایک دل اور اسکی یہ پہنائیاں

کون پہنچا تا در از بام حسن ؟ — کس نے دیکھیں عشق کی گہرائیاں

رہ گئی رکھی ہی عقل پختہ کار — عشق کے کام آگئیں خود رائیاں

حسن کے بھی ڈگمگاتے ہیں قدم — عشق کرتا ہے جہاں دارائیاں

یاد ہے اب تک جگرؔ آغازِ عشق
شب ہمہ شب وہ خیال آرائیاں

نگاہوں کا مرکز بنا جا رہا ہوں — محبت کے ہاتھوں لُٹا جا رہا ہوں
میں قطرہ ہوں لیکن بہ آغوشِ دریا — ازل سے ابد تک بہا جا رہا ہوں
مبارک مبارک مری یہ فنائیں — دو عالم پہ چھایا چلا جا رہا ہوں
وہی حسن جس کے ہیں یہ سب مظاہر — اسی حسن میں حل ہوا جا رہا ہوں
یہ کس کی طرف سے یہ کس کی طرف کو — میں ہم دوشِ موجِ فنا جا رہا ہوں
نہ جانے کہاں سے نہ جانے کدھر کو — بس اک اپنی دھن میں اڑا جا رہا ہوں
مجھے روک سکتا ہو کوئی تو روکے — کہ چھپ کر نہیں برملا جا رہا ہوں
مرے پاس آؤ یہ کیا سامنے ہوں — مری سمت دیکھو یہ کیا جا رہا ہوں
نگاہوں میں منزل مری پھر رہی ہے — یونہی گرتا پڑتا چلا جا رہا ہوں
تری مست نظریں غضب ڈھا رہی ہیں — یہ عالم ہے جیسے اڑا جا رہا ہوں
کدھر ہے تو اے غیرتِ حسن خود میں — محبت کے ہاتھوں بکا جا رہا ہوں
دادر اک ہستی نہ احساسِ ہستی — جدھر چل پڑا ہوں چلا جا رہا ہوں

نہ صورت نہ معنی نہ پنہاں نہ پیدا
یہ کس حسن میں گم ہوا جا رہا ہوں

عہدِ رنگیں کی یادگار ہوں میں — یعنی اپنا ہی سوگوار ہوں میں

آہ کہ بیتاب انتظار ہوں میں — دل کی اک آخری پکار ہوں میں

ذرۂ آستانِ یار ہوں میں — صد مہ و مہر درکنار ہوں میں

میری ہستی کا واہ کیا کہنا — تیری ہستی کا پردہ دار ہوں میں

نہ سہی تو ترا خیال تو ہے — یوں بھی فردوس درکنار ہوں میں

اُف جواں مرگیاں محبت کی! — ہائے کس کس کا سوگوار ہوں میں

نگہتِ گل کا بھی دماغ نہیں — کتنا آزردہ بہار ہوں میں

در حقیقت ہے خود مری ہستی — جس حقیقت کا پردہ دار ہوں میں

اللہ اللہ رے نازکتیں میری — اپنی خاطر پہ بھی تو بار ہوں میں

تجھ کو تکلیف صد نظر ہی ہو — اپنے ہونے پہ بھی تو بار ہوں میں

مجھ کو رنگِ خزاں سمجھ کے نہ دیکھ
مژدۂ آمدِ بہار ہوں میں

جو نہ کعبہ میں ہے محدود نہ بتخانے میں
ہائے وہ اک اجڑے ہوئے کاشانے میں

ملتی ہے عمر ابد عشق کے میخانے میں
اے اجل تو بھی سما جا ترے میخانے میں

ہم کہیں آتے ہیں واعظ ترے بہکانے میں
اسی میخانے کی مٹی اسی میخانے میں

سب کچھ اللہ نے دے رکھا ہے میخانے میں
خلد شیشے میں ہے فردوس ہے پیمانے میں

حرم و دیر میں رندوں کا ٹھکانہ ہی نہ تھا
وہ تو کہئے کہ اماں مل گئی میخانے میں

بام پر آ کے اٹھا دو رخِ تاباں سے نقاب
اک اضافہ ہی سہی طور کے افسانے میں

آج تو کر دیا ساقی نے مجھے مستِ الست
ڈال کر خاص نگاہیں مرے پیمانے میں

آج ساقی نے یہ کیا حال بنا رکھا ہے
کبھی میخانے کے باہر کبھی میخانے میں

آج دیکھیں تو سہی ربط محبت کیا ہے
اپنا افسانہ ملا کر مرے افسانے میں

یہ جو مے نے ترا اے شیخ بھرم کھول دیا
تو تو مسجد میں ہے نیت تری میخانے میں

مشورے ہوتے ہیں جو شیخ و برہمن میں جگر
رند بیٹھے ہوئے سن لیتے ہیں میخانے میں

شاعر فطرت ہوں میں جب فکر فرماتا ہوں میں
روح بن کر ذرے ذرے میں سما جاتا ہوں میں

آ، کہ تجھ بن اس طرح اے دوست گھبراتا ہوں میں
جیسے ہر شے میں کسی شے کی کمی پاتا ہوں میں

جسقدر افسانۂ ہستی کو دہراتا ہوں میں
اور بھی بیگانۂ ہستی ہوا جاتا ہوں میں

جب مکان و لامکاں سب سے گذر جاتا ہوں میں
اللہ اللہ تجھکو خود اپنی جگہ پاتا ہوں میں

تیری صورت کا جو آئینہ اسے پاتا ہوں میں
اپنے دل پر آپ کیا کیا ناز فرماتا ہوں میں

یک بیک گھبرا کے جتنی دور ہٹ جاتا ہوں میں
اور بھی اس شوخ کو نزدیک تر پاتا ہوں میں

میری ہستی شوق پیہم میری فطرت اضطراب
کوئی منزل ہو مگر گذرا چلا جاتا ہوں میں

ہائے ری مجبوریاں ترک محبت کے لئے
مجکو سمجھاتے ہیں وہ اور انکو سمجھاتا ہوں میں

میری ہمت دیکھنا میری طبیعت دیکھنا
جو سلجھ جاتی ہے گتھی پھر سے الجھاتا ہوں میں

حسن کو کیا دشمنی ہے عشق کو کیا بیر ہے
اپنے ہی قدموں کی خود ہی ٹھوکریں کھاتا ہوں میں

تیری محفل تیرے جلوے پھر تقاضا کیا ضرور
لے اٹھا جاتا ہوں ظالم لے چلا جاتا ہوں میں

تا کجا یہ پردہ داری ہائے عشق و لاف حسن
ہاں سنبھل جائیں دو عالم ہوش میں آتا ہوں میں

میری خاطر اب وہ تکلیف تجلی کیوں کریں
اپنی گرد شوق میں خود ہی چھپا جاتا ہوں میں

تا کجا ضبط محبت، تا کجا درد فراق
رحم کر مجھ پر کہ تیرا راز کہلاتا ہوں میں

واہ رے شوق شہادت کوئے قاتل کی طرف
گنگناتا رقص کرتا جھومتا چلا جاتا ہوں میں

یا وہ صورت خود جہان رنگ و بو محکوم تھا
یا یہ عالم اپنے سائے سے دبا جاتا ہوں میں

دیکھنا اس عشق کی یہ طرفہ کاری دیکھنا
وہ جفا کرتے ہیں مجھ پر اور شرماتا ہوں میں

ایک دل ہے اور طوفانِ حوادث اے جگر
ایک شیشہ ہے کہ ہر پتھر سے ٹکراتا ہوں میں

الٰہی ایک دعا ہے اگر قبول نہ ہو
بہت غریب دل ہے کبھی ملول نہ ہو

تجھے بھی شاق نہ ہو شوق بھی ملول نہ ہو
نظر قبول ہوئی ہے اثر قبول نہ ہو

دعائے مرگ تو مانگی ہے آج گھبرا کر
میں کیا کروں گا جو یہ بھی اسے قبول نہ ہو

کمالِ عشق، یہ توفیق چاہتا ہوں میں
حصول جلوہ باندازۂ حصول نہ ہو

جسے ہم اپنی محبت کا زخم کہتے ہیں
تمہارے ہی عارضِ رنگیں کا کوئی پھول نہ ہو

کسی کی خاطرِ رنگیں کا آگیا ہے خیال
دعائیں مانگ رہا ہوں دعا قبول نہ ہو

جو تیرے ہجر میسّر کا راز فاش کرے
تری جناب میں وہ دل کبھی قبول نہ ہو

کوئی گناہ نہیں شوق و یہ ذوقِ نظر
مگر جو فرصتِ نظّارگی کہ ملول نہ ہو

ستم ہو، قہر ہو، آفت بلا ہو
یہ سب کچھ ہو مگر پھر دلربا ہو

کسی کے غم میں کوئی رو رہا ہو
کوئی پردہ سے چھپ کر دیکھتا ہو

بتاؤ کیا تمہارے دل پہ گزرے
اگر کوئی تمہیں سا بے وفا ہو

حسن کے ہاتھ میں گر عشق میں تلوار نہ ہو — کوئی یوں جھوم کے سر دینے کو تیار نہ ہو

وصل شایاں نہ ہے ہجر سزاوار نہ ہو — میں کہیں کا نہ رہوں جو طرفدار نہ ہو

میں بھی ہر حال کہ اب ہجر بتادوں تو بھی — میرا انکار ترے وصل کا انکار نہ ہو

میں خطاکار، سیہ کار، گنہگار مگر — کس کو بخشے تری رحمت جو گنہگار نہ ہو

مجھکو سب کچھ دیا اک بت نے مگر یہ کہکر — تجھ کو اللہ کرے کچھ بھی سزاوار نہ ہو

میں چلوں عشق میں وہ راہ جو ہو سب سے الگ — کچھ سجائی بھی نہ دے راہ بھی ہموار نہ ہو

آتش شوق جو بھڑکی ہے بھڑکتی ہی رہے — مجکو اللہ کرے تو بھی سزاوار نہ ہو

مانگ نظارۂ بے جلوۂ توفیق جگر
یہ طلب وہ ہے کوئی جس کا طلبگار نہ ہو

اُف یہ تیغ آزمائیاں توبہ — تیری نازک کلائیاں توبہ

کیا کریں بندگانِ محبوبی — عاشقی کی خدائیاں توبہ

منزلِ عشق! اے خدا کی پناہ — ہر قدم کربلائیاں توبہ

یادِ ایامِ شوق و عشق و جنوں — چرخ کی فتنہ زائیاں توبہ

لطفِ بیگانگی معاذ اللہ — اس کی سادہ ادائیاں توبہ

حسن میں رقص کا سا اک عالم — شوق کی نے نوائیاں توبہ

ہائے غمازیاں نگاہوں کی — اپنی بے دست و پائیاں توبہ

اُف وہ احساسِ حسن پہلے پہل — یک بیک کج ادائیاں توبہ

اللہ اللہ عشق کی وہ جھجک — حسن کی کہربائیاں توبہ

اسکے دامن پہ دل کا جا پڑنا — ہم سے یہ بے وفائیاں توبہ

غیظ کے ابروؤں پہ وہ شکنیں — دل پہ زور آزمائیاں توبہ

آستینوں کا وہ چڑھا لینا — گوری گوری کلائیاں توبہ

قطرۂ دل نظروں پہ کاوشِ سرِ بزم — دل ہی دل میں لڑائیاں توبہ

سوزِ غم کی شکایتیں ہم سے — دردِ دل کی دہائیاں توبہ

برملا سخت رنجشیں باہم — غائبانہ صفائیاں توبہ

اپنے مطلب ہے عشق کی چھیڑیں — ظاہری بے وفائیاں توبہ

حسن تو ہیں ہائے عشق غضب — اپنی وہ خود ستائیاں توبہ

غیرتِ عشق اے معاذ اللہ — ایک دم بے وفائیاں توبہ

شبنم آلودہ وہ حسیں آنکھیں — رُخ پہ اڑتی ہوائیاں توبہ

اسکی غم التفاتیاں ہے ہے — اپنی بے اعتنائیاں توبہ

سرِ سودا کی سوزشیں پیہم — ہر طرف جگ ہنسائیاں توبہ

رفتہ رفتہ وہ بے پناہ سکوت — سب سے ناآشنائیاں توبہ

موت سے ہر نفس وہ راز و نیاز — موت کی ہمنوائیاں توبہ

ناگہاں آمد آمدِ محبوب — غم کی بے انتہائیاں توبہ

یک بیک آنکھ چار ہو جانا — دیر تک رونمائیاں توبہ

نظروں نظروں میں سرگزشتِ فراق — دونوں جانب دہائیاں توبہ

حسن کی لہر بہر سے دُہرا کر — اس کی معجز نمائیاں توبہ

پھر وہی چشمِ مست و جام بدست — پھر وہی نغمہ زائیاں توبہ

پھر وہ ایک بیخودی کے عالم میں — مل کے باہم جدائیاں توبہ

بیچ میں اور پھر جنابِ جگر

پی پلا کر برائیاں توبہ

کچھ نہ زماں و مکاں نہ سفید و سیاہ
اَشْہَدُ اَنْ لَّا اِلٰہ، اَشْہَدُ اَنْ لَّا اِلٰہ

غنچۂ و نسرین و گل، نجم و خورشید و ماہ
یہ بھی میری رہگزر وہ بھی مری گردِ راہ

عشق نظر آفریں، اور نظر معصیت
عشق تمنا نژاد، اور تمنا گناہ

حاصلِ صد عرضِ غم، مایۂ صد عرضِ شوق
اک مترنم سکوت، اک متبسم نگاہ

سُن تو اے دل یہ برہمی کیا ہے
آج کچھ درد میں کمی کیا ہے

دیکھ لو رنگ روئے ناکامی
یہ نہ پوچھو کہ برہمی کیا ہے

اپنی ناکامیٔ طلب کی قسم
عینِ دریا ہے تشنگی کیا ہے

جسم محدود، روح لامحدود
پھر یہ اک بے بضاعتی کیا ہے

اے فلک اب تجھے تو دکھلاؤں
زورِ بازو ہے بے بسی کیا ہے

ہم نہیں جانتے محبت ہیں
رنج کیا چیز ہے خوشی کیا ہے

اک نفس خلد اک نفس دوزخ
کوئی پوچھے یہ زندگی کیا ہے

اک شوق دید بے سب کچھ دکھا رہا ہے
کوئی نہ آ رہا ہے، کوئی نہ جا رہا ہے

غم عشق کے خزینے خوش خوش لٹا رہا ہے
اس ہاتھ کھو رہا ہے اس ہاتھ پا رہا ہے

آنکھیں بنی ہوئی ہیں میخانۂ تصوّر
اک مست آ رہا ہے اک مست جا رہا ہے

ہمدم کو اس سے مطلب ناصح کو کیا شکایت
میرا مٹانیوالا مجھکو مٹا رہا ہے

معراج شوق کہئے یا حاصل تصوّر
جس سمت دیکھتا ہوں تو مسکرا رہا ہے

منت گذار ہوں میں اے عشق ناشکیبا
دل تیرے نشتروں سے تسکین پا رہا ہے

ان کی وہ آمد آمد اپنا یہاں یہ عالم
اک رنگ آ رہا ہے اک رنگ جا رہا ہے

جب حسن و عشق دونوں رو یا کریں گے مجکو
وہ بھی جگر زمانہ نزدیک آ رہا ہے

ملا کے آنکھ نہ محروم ناز رہنے دے
تجھے قسم جو مجھے پاکباز رہنے دے

میں اپنی جان تو قربان کر چکا تجھ پر
یہ چشم مست ابھی نیم باز رہنے دے

تمہیں ہی شیوۂ عاشق کشی کی تجکو قسم
اسی طرح مژہ ہا کے دراز رہنے دے

ہٹا نہ سینۂ عاشق سے رخ کسی جانب
نگاہِ ناز کو نشتر نواز رہنے دے

گلے سے تیغِ ادا کو جدا نہ کر قاتل
ابھی یہ منظرِ راز و نیاز رہنے دے

یہ بتر ناز ہیں تو شوق سے لگائے جا — خیالِ خاطرِ اہلِ نیاز رہنے دے
قتیلِ غمزۂ خوں ریز ہوں قصور معاف — اشارۂ نگہِ دلنواز رہنے دے

بجھا نہ آتشِ پنہاں کرم کے چھینٹوں سے
دل و جگر کو مجسم گداز رہنے دے

کیا خاک سیر کیجیے دنیائے رنگ و بو کی — مہلت نہ آرزو کی فرصت نہ جستجو کی
یہ حد آخری ہے عاشق کی جستجو کی — بن بن کے مٹ رہی ہے ہر شکل آرزو کی
تم دل اسے سمجھ لو یا جان آرزو کی — سینے میں اب ہے پہلے اک بوند تھی لہو کی
اللہ شرم رکھ لے تو میرے جنگجو کی — آئینہ رو برو ہی چوٹیں ہیں دو بدو کی
تو وہ بہار تازہ دنیائے رنگ و بو کی — اک بار جس نے دیکھا تا حشر آرزو کی
طے منزلیں ہوئی ہیں یوں عشق آرزو کی — کچھ میں نے جستجو کی کچھ اس نے جستجو کی
اب کیا جواب دوں میں کوئی مجھے بتائے — وہ مجھ سے کہہ رہے ہیں کہو میری آرزو کی
یہ ترکِ جستجو بھی کیا ترکِ جستجو ہے — اسمیں بھی پا رہا ہوں اک شان جستجو کی
پھر دلنوازیاں ہیں پھر چارہ سازیاں ہیں — پہچانتا ہوں نظریں اس شوخ فتنہ جو کی
ہاں نشترِ نوازش، اک اور بھی اشارہ — محسوس ہو چلی ہے جنبش رگِ گلو کی

مایوس ہو کے بیٹھیں جب ہر طرف سے نظریں | دل ہی کو بت بنایا دل ہی سے گفتگو کی
ناکام جستجو سب فریاد کر رہے ہیں | اے کاش کوئی سنتا فریاد جستجو کی
وہ ایک گوشۂ دل جس پر ہیں لاکھ شکوے | میں نے بہت چھپایا اُسکی نظر نہ چُوکی
آئے مرے مقابل جسکو ہو زعمِ تمکیں | تصویر کھینچتا ہوں اک حسن شعلہ خو کی
عالم سے چھپنے والے معلوم تیرا چھپنا | سو بار تجھ کو دیکھا، سو بار گفتگو کی
پردہ جب اُٹھ گیا ہے دیکھا یہی ہے اکثر | اپنی ہی آرزو میں اپنی ہی جستجو کی
مجرم بنا ہوا ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں | میں وہ ہوں تو نے ظالم خود جسکی جستجو کی
راتیں گذارتے ہیں یوں بیکسانِ فرقت | جب دل کو آگیا غش تارِ دل سے گفتگو کی
دل خود بھی تنگ ہے ابھی لیکن علاج اسکا | عادت سی پڑ گئی ہے ظالم کی جستجو کی
عینِ شکستگی ہی حسنِ شکستگی ہے | چاک قبائے گل کو حاجت نہیں رفو کی

تو خوب جانتا ہے او جان و دل کے مالک
ہر حال میں جگر نے تیری ہی آرزو کی

شائستۂ غرورِ تمنا نہ کیجئے | ایسی نگاہ سے مجھے دیکھا نہ کیجئے
وعدہ نہ کیجئے مگر ایفا نہ کیجئے | محدودِ وصل شوق کی دنیا نہ کیجئے

رعنائیِ خیال کو رسوا نہ کیجیے
ممکن ہو تو عرضِ تمنا نہ کیجیے

کیا جانے کب یہ آہ کی تاثیر جاگ اُٹھے
گہری نگاہ سے مجھے دیکھا نہ کیجیے

کافی ہے اک نگاہِ کرم التجا کے بعد
تازہ کوئی فسونِ تماشا نہ کیجیے

موسیٰ کی طرح کون سنے لن ترانیاں
بے عیب ہے جو حسن تو پردا نہ کیجیے

یا دیکھ کر نہ دیکھیے کچھ ماسوائے دوست
یا دیکھنے کی طرح سے دیکھا نہ کیجیے

دیوانہ کر کے دیجیے پھر مجھکو اذنِ ہوش
ہشیار کر کے پھر مجھے دیکھا نہ کیجیے

ماتم گزار کون ہے اب دل کی لاش پر
کہتے نہ تھے کہ خونِ تمنا نہ کیجیے

تاثیرِ شوق یاس کا پردہ نہ اُلٹ دے
اتنے قریب سے مجھے دیکھا نہ کیجیے

ہر جلوہ ہے بجائے خود اک دعوتِ نگاہ
کیا کیجیے جو تیری تمنا نہ کیجیے

یوں چشمِ شوق دیکھ ہی لیتی ہے کچھ نہ کچھ
پردے کا ہے خیال تو پردا نہ کیجیے

تفسیرِ حسن و عشق جگر مصلحت نہیں
افشائے رازِ قطرہ و دریا نہ کیجیے

خوشا بیداد انجمن حسرت بیداد ہوتا ہے
ستم ایجاد کرنے ہو ستم ایجاد ہوتا ہے

بظاہر کچھ نہیں کہتے مگر ارشاد ہوتا ہے
ہم اسکے ہیں جو ہم پر ہر طرح برباد ہوتا ہے

مرے ناشاد رہنے پر وہ جب ناشاد ہوتا ہے — بتاؤں کیا جو میرا عالم فریاد ہوتا ہے

یہی ہے راز آزادی جہاں تک یاد ہوتا ہے — کہ نظریں قید ہوتی ہیں تو دل آزاد ہوتا ہے

دل عاشق بھی کیسا مجموعۂ اضداد ہوتا ہے — ادھر آباد ہوتا ہے ادھر برباد ہوتا ہے

وہ ہر اک واقعہ جو صورت افتاد ہوتا ہے — کبھی پہلے بھی دیکھا تھا کچھ ایسا یاد ہوتا ہے

بڑی مشکل سے پیدا اک وہ آدم زاد ہوتا ہے — جو خود آزاد جس کا ہر نفس آزاد ہوتا ہے

نگاہیں کیا پھریں دل کی بھی واقف ہو نہیں سکتا — زبانِ حسن سے ایسا بھی کچھ ارشاد ہوتا ہے

تمہیں ہو طعنہ زن مجھ پر تمہیں انصاف سے کہہ دو — کوئی اپنی خوشی سے خانماں برباد ہوتا ہے

یہ مانا تنگ پابندی کیا آزاد کو مطلب — مگر وہ شرم آزادی سے بھی آزاد ہوتا ہے

تصور میں ہے کچھ ایسا تصویر کا عالم — کہ جیسے اب لب نازک سے کچھ ارشاد ہوتا ہے

کوئی حد ہی نہیں شاید محبت کے فسانے کی
سنا جاتا رہا ہے جسکو جیسا یاد ہوتا ہے

دل ترے عشق میں ناشاد بھی ہے شاد بھی ہے — یہی نغمہ، یہی فریاد، یہی یاد بھی ہے

اب بھی کیا دل کو نہ سمجھو گے سزاوار سزا — مجرم شوق بھی ہے ملزم فریاد بھی ہے

تم مری آنکھ سے دیکھو تو یہ دنیائے جمال — ہائے کیا چیز مرا عشق خداداد بھی ہے

ہر وہ ناچیز سا ذرّہ جسے تم دیکھتے ہو
اُسکو سُن لو، تو یہ نغمہ بھی ہی فریاد بھی ہے

تم جو ایسے میں چلے آؤ تو رو لوں دم بھر
صبح کا وقت بھی ہی خاطر ناشاد بھی ہے

اب کہاں، آہ مجھے فرصت یک لحظہ جگر
شیفتۂ عشق بھی ہی، نشتر و فریاد بھی ہے

وہ کون ہے ایسا کہ تری شکل دکھا دے
احسان ہے اسکا جو مجھے مجھ سے ملا دے

ہاں جذبۂ غم عشق کی تاثیر دکھا دے
مجبور نہ بن حسن کو مجبور بنا دے

تو چاہے تو اے جلوۂ اعجاز محبّت
تصویر کو تصویر کا دیوانہ بنا دے

تو حُسن ہی میں عشق ہوں تو جان ہی میں جسم
کسکی ہی یہ طاقت مجھے تجھ سے چھڑا دے

اے جانِ دو عالم ترے عالم کے تصدق
اپنا جو بنایا ہے تو اپنا سا بنا دے

جنّت میں بھی ایسا نہ ہو گا گلِ خنداں
اے زخمِ جگر نیت قاتل کو دعا دے

کیوں ورے ہٹ کے جائیں ہم دلکی سرزمیں سے
دونوں جہاں کی سیریں حاصل ہیں سب یہیں سے

یہ راز سُن رہے ہیں اک موج تہ نشیں سے
ڈوبے ہیں ہم جہاں پر ابھرینگے پھر وہیں سے

خونِ تمنائے بسمل جرمِ نگاہِ قاتل ظاہر تو ہر جگہ ہے ثابت نہیں کہیں سے

اس چشمِ خشک سے تم چھیڑیں تو کر رہے ہو تڑپے نہ موج کوئی دریائے آستیں سے

انکار اور اس پہ اصرار، وہ بھی پیہم تم مجھکو چاہتے ہو ثابت ہوا یہیں سے

اب کیا بتاؤں کیا کیا عالم گزر رہے ہیں میرے دلِ حزیں پر میرے دلِ حزیں سے

یوں آج مل رہا ہے جانِ جگر سے کوئی
جس طرح مل رہا ہو کوئی حسیں حسیں سے

تڑپ کر دل انھیں تڑپا رہا ہے قیامت پر قیامت ڈھا رہا ہے

عجب عالم سا دل پر چھا رہا ہے حسیں جیسے کوئی شرما رہا ہے

نگاہوں سے نگاہیں لڑ رہی ہیں مزے دردِ محبت پا رہا ہے

پیامِ شوق کا اب پوچھنا کیا برابر آ رہا ہے جا رہا ہے

وہ زلفیں دوش پر بکھرا ہوئی ہیں جہانِ آرزو تھرا رہا ہے

گلے مل کر وہ رخصت ہو رہے ہیں محبت کا زمانہ آ رہا ہے

وہ کچھ دل کو مرے سمجھا رہی ہیں کچھ ان کو دل مرا سمجھا رہا ہے

وہ خود تسکینِ خاطر کر رہی ہیں مگر دل ہے کہ ڈوبا جا رہا ہے

ازل ہی سے چمن بند محبت قطعہ یہی نیرنگیاں دکھلا رہا ہے
کلی کوئی جہاں پر کھل رہی ہے وہیں اک پھول بھی مرجھا رہا ہے
طبیعت ہے کہ ٹھہری جا رہی ہے زمانہ ہے کہ گزرا جا رہا ہے
مری رُودادِ غم وہ سُن رہے ہیں تبسم سا لبوں پر آ رہا ہے
سنبھل بیٹھیں حریفانِ شہادت زباں پر نام قاتل آ رہا ہے
غمِ دل کو خدا آباد رکھے نشاطِ سرمدی برسا رہا ہے
ملا ہے آج اِذنِ باریابی ہر اک پردہ اٹھایا جا رہا ہے
جگر ہی کا نہ ہو افسانہ کوئی
در و دیوار کو حال آ رہا ہے

خار کو گل اور گل کو خار جو چاہے کرے تو نے جو چاہا کیا، اے یار جو چاہے کرے
مستِ بیخود، عاقل و ہشیار جو چاہے کرے شوخیِ طرزِ تپاکِ یار جو چاہے کرے
اُس نے یہ کہکر دیا دل کو فریبِ جستجو حشر تک اب عاشقِ ناچار جو چاہے کرے
تھا ابھی جلوہ ابھی پردہ ابھی کچھ بھی نہیں آپ کی یہ حسرتِ دیدار جو چاہے کرے
ہر حقیقت حسن کی ہے بے نیازِ اعتراف اب کوئی اقرار یا انکار جو چاہے کرے

کیا بتائیں عشق ظالم کیا قیامت ڈھائے ہے — یہ سمجھ لو جیسے دل سینے سے نکلا جائے ہے

جب نہیں تم تو تصور بھی تمہارا کیا ضرور — اس سے بھی کہہ دو کہ یہ تکلیف کیوں فرمائے ہے

ہائے وہ عالم نہ پوچھو اضطرابِ عشق کا! — یک بیک جس وقت کچھ کچھ ہوش سا آجائے ہے

کس طرف جاؤں؟ کدھر دیکھوں؟ کسے آواز دوں
اے ہجوم نامرادی جی بہت گھبرائے ہے

زخم وہ دل پہ لگا ہے کہ دکھائے نہ بنے — اور چاہیں کہ چھپا لیں تو چھپائے نہ بنے

ہائے بیچارگیٔ عشق کہ اس محفل میں — سر جھکائے نہ بنے آنکھ ملائے نہ بنے

یہ سمجھ لو کہ غمِ عشق کی تکمیل ہوئی — ہوش میں آکے بھر ہوش میں آئے نہ بنے

کسقدر حسن بھی مجبورِ کشاکش ہے کہ آہ — منھ چھپائے نہ بنے سامنے آئے نہ بنے

ہائے وہ عالمِ پرشوق کہ جس وقت جگر
اس کی تصویر بھی سینے سے لگائے نہ بنے

کون یہ جان تمنا عشق کی منزل میں ہے — جو تمنا دل سے نکلی پھر وہ دیکھا دل میں ہے

وہ کچھ اس صورت سے آئے جلوہ دکھلائے ہوئے — میں یہ سمجھا وسعتِ کونین میرے دل میں ہے

شاید اُٹھنے کو ہے پردہ رُخِ مقصود سے
آج حاصل کی سی لذت سعیِ لا حاصل میں ہے

اے میں قربان واہ کیا کہنا ترا اعجازِ عشق
اک سکونِ مستقل بھی اضطرابِ دل میں ہے

اس شہیدِ ناز کے کیا خوں بہا کا پوچھنا
جسکی رودادِ مکمل دامنِ قاتل میں ہے

اُٹھ گیا آخر محبت کا بھی پردہ اُٹھ گیا
اب میرے دل میں حسرت ہے نہ اُنکے دل میں ہے

کیا کہیں حسنِ دو عالم سے بھی اب بجھتی ہے پیاس
خونِ بسمل کی حرارت خنجرِ قاتل میں ہے

میں ہوا جب سے غریقِ موجِ طوفاں خیزِ عشق
ڈوب مرنے کی تمنا سینۂ ساحل میں ہے

دیکھئے کوئی ہر کیا کیا اُن کی نظر دل میں حقیر
یہ جو ظالم اک لہو کی بوند ابتک دل میں ہے

بیخودی منزل سے بھی کوسوں نکل آئی جگر
جستجو آوارہ ابتک جادۂ منزل میں ہے

محبت آج اپنی ترجماں ہے
یہی خود چشمِ دل لفظ و بیاں ہے

نگاہوں میں بہار جاوداں ہے
جہاں میں ہوں وہیں اب آشیاں ہے

محبت دونوں جانب مہرباں ہے
کہ ہم اس سے وہ ہم سے بدگماں ہے

وہ کب سے مضطرب ہیں اے غمِ عشق
خدا جانے تری غیرت کہاں ہے

ہماری رفعتوں کا پوچھنا کیا
جہاں ہم پاؤں رکھدیں آسماں ہے

کوئی آواز ہی دے گم شدہ دل — کہاں ہے او مرے یوسف کہاں ہے

اگر تو ہے تو اے جانِ دو عالم — یہاں ہر شئے جواں ہے جاوداں ہے

مرے سوز دروں کے بل رہے ہیں — بحمد اللہ کہ آتش بجاں ہے

تماشا دیدنی ہے دیکھ جاؤ — زبانِ شوق و گلبانگ فغاں ہے

کسی کو ایک نظر ہی دیکھ تو لیں — اب اتنی بھی ہمیں جرأت کہاں ہے

ترے نقشِ قدم کا ذرّہ ذرّہ — عبادت گاہ جانِ عاشقاں ہے

الٰہی خیر کرنا دیر سے پھر — بہت مضطر نگاہِ رازداں ہے

پھنکا جاتا ہے دل جس سوزِ غم سے — جہنم میں یہ چنگاری کہاں ہے

جو پڑھ سکتا ہے تو پڑھ لے غمِ دل
کہ ان نظروں میں آج اک داستاں ہے

اک لفظ محبت کا ادنیٰ یہ فسانہ ہے — سمٹے تو دلِ عاشق پھیلے تو زمانہ ہے

یہ کس کا تصور ہے یہ کس کا فسانہ ہے — جو اشک ہے آنکھوں میں تسبیح کا دانہ ہے

دل سنگِ ملامت کا ہر چند نشانہ ہے — دل پھر بھی مرا دل ہے جو دل ہے تو زمانہ ہے

ہم عشق کے ماروں کا اتنا ہی فسانہ ہے — رونے کو نہیں کوئی ہنسنے کو زمانہ ہے

شاعر ہوں میں شاعر ہوں میرا ہی زمانہ ہے — فطرت میرا آئینہ قدرت مرا شانا ہے

جو اُنپہ گزرتی ہے کس نے اُسے جانا ہے — اپنی ہی مصیبت ہے اپنا ہی فسانا ہے

کیا حسن نے سمجھا ہے کیا عشق نے جانا ہے — ہم خاک نشینوں کی ٹھوکر میں زمانا ہے

آغاز محبت ہے آنا ہے نہ جانا ہے — اشکوں کی حکومت ہے آہوں کا زمانا ہے

آنکھوں میں نمی سی ہے چپ چپ سے وہ بیٹھے ہیں — نازک سی نگاہوں میں نازک سا زمانا ہے

ہم دردِ دل نالاں وہ دست بدل حیراں — اے عشق تو کیا ظالم تیرا ہی زمانا ہے

یا وہ تھے خفا ہم سے یا ہم ہیں خفا اُن سے — کل اُنکا زمانہ تھا آج اپنا زمانا ہے

اے عشق جنوں پیشہ، ہاں عشق جفا پیشہ — آج ایک ستمگر کو ہنس ہنس کے رُلانا ہے

تھوڑی سی اجازت بھی اے بزم گہ ہستی — آنکلے ہیں دم بھر کو رونا ہے رُلانا ہے

یہ عشق نہیں آساں اتنا ہی سمجھ لیجئے — اک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے مرنا ہے

خود حسن و شباب اُن کا کیا ہم ہیں رقیب اپنا — جب دیکھئے تو وہ ہیں آئینہ ہے شانا ہے

ہم عشق مجسم ہیں لب تشنہ مستسقی — دریا سے طلب کیسی دریا کو رُلانا ہے

تصویر کے دو رُخ ہیں جاں اور غمِ جاناں — اک نقش چھپانا اک نقش دکھانا ہے

یہ حسن و جمال اُنکا یہ عشق و شباب اپنا — جینے کی تمنا ہے، مرنے کا زمانا ہے

مجبور تو اسی دھن میں ہر لحظہ بسر کرنا — اب آئے وہ اب آئے لازم اُنھیں آنا ہے

خودداری و محرومی، محرومی و خودداری — اب دل کو خدا رکھے اب دل کا زمانہ ہے

اشکوں کے تبسم میں آہوں کے ترنم میں — معصوم محبت کا معصوم زمانہ ہے

آنسو تو بہت سے ہیں آنکھوں میں جگر لیکن

بندھ جائے سو وہ موتی رہ جائے سو دانہ ہے

سب پہ تو مہربان ہے پیارے — کچھ ہمارا بھی دھیان ہے پیارے

آ کہ تجھ بن بہت دنوں سے یہ دل — اک سونا مکان ہے پیارے

تو جہاں ناز سے قدم رکھ دے — وہ زمین آسمان ہے پیارے

مختصر ہے یہ شوق کی روداد — ہر نفس داستان ہے پیارے

اپنے جی میں ذرا تو کر انصاف — کب سے نامہربان ہے پیارے

صبر ٹوٹے ہوئے دلوں کا نہ لے — تو یونہی دھان پان ہے پیارے

ہم سے جو ہو سکا سو کر گزرے — اب ترا امتحان ہے پیارے

مجھ میں تجھ میں تو کوئی فرق نہیں — عشق کیوں درمیان ہے پیارے

کیا کہے حال دل غریب جگر

ٹوٹی پھوٹی زبان ہے پیارے

عشق کی داستان ہے پیارے
اپنی اپنی زبان ہے پیارے

کل تک اے درد یہ تپاک نہ تھا
آج کیوں مہرباں ہے پیارے

سایۂ عشق سے خدا ہی بچائے
ایک ہی قہرمان ہے پیارے

اسکو کیا کیجئے جو لب نہ کھلیں
یوں تو منھ میں زباں ہے پیارے

یہ تغافل بھی نگہ آمیز
اسمیں بھی ایک شان ہے پیارے

جس نے اے دل دیا ہے اپنا غم
اس سے تو بدگمان ہے پیارے

دل کا عالم نگاہ کیا جانے
یہ تو صرف اک زباں ہے پیارے

میرے اشکوں میں اہتمام نہ دیکھ
عاشقی کی زبان ہے پیارے

ہم زمانے سے انتقام تو لیں
اک حسین درمیاں ہے پیارے

عشق کی ایک ایک نادانی
علم و حکمت کی جاں ہے پیارے

تو نہیں میں ہوں میں نہیں تو ہے
اب کچھ ایسا گماں ہے پیارے

کہنے سننے میں جو نہیں آتی
وہ بھی اک داستاں ہے پیارے

رکھ قدم پھونک پھونک کر ناداں
ذرہ ذرہ میں جان ہے پیارے

کسکو دیکھے سے دل کو چوٹ لگی
کیوں یہ اتری کماں ہے پیارے

تیری بزم خرامیوں کی قسم
دل بہت سخت جاں ہے پیارے

ہاں ترے عہد میں جگر کے سوا
ہر کوئی شاد مان ہے پیارے

عاشقی امتیاز کیا جانے | فرق ونازو نیاز کیا جانے
نگہ شوق کی ہی سب تحریک | حسن تمہید ناز کیا جانے
ہم سمجھتے ہیں راز رامش ورنگ | زاہد پاکباز کیا جانے
ناخن عشق کتنے ٹوٹ گئے | گرہ نیم باز کیا جانے
سچ ہی سب نیک بد عیں سے ہے | گردش چشم ناز کیا جانے
مسلک آتشی دیدہ و دل | شوق ہنگامہ ساز کیا جانے
شیخ پندار عشق سمجھا ہے | ناز اہل نیاز کیا جانے
غیرت بندگی و ناچاری | کوئی بندہ نواز کیا جانے
آئینہ کی نزاکتیں ہے ہے | دست آئینہ ساز کیا جانے
آنکھ جو دیکھتی ہے دیکھتی ہے | دل کے راز و نیاز کیا جانے
سینہ نے پہ جو گزرتی ہے | وہ لب نے نواز کیا جانے
کثرت جلوہ و ہجوم نظر | عشق وحدت طراز کیا جانے

حُسن کی دل گدازیاں توبہ — عشق پر یہ سوز و ساز کیا جانے
وہ حقیقت کہ جو گزرتی ہے — لب افسانہ ساز کیا جانے
ہائے گلکاریاں محبت کی — دامن پاکباز کیا جانے
راہبر دراہِ بیخودی ہے جگر
وہ نشیب فراز کیا جانے

دل گیا رونقِ حیات گئی — غم گیا ساری کائنات گئی
دل دھڑکتے ہی پھر گئی وہ نظر — لب تک آئی نہ تھی کہ بات گئی
دن کا کیا ذکر تیرہ بختوں میں — ایک رات آئی ایک رات گئی
تیری باتوں سے آج تک واعظ — وہ تھی خواہش نجات گئی
اُن کے بہلائے بھی نہ بہلا دل — رائیگاں ساری التفات گئی
مرگِ عاشق تو کچھ نہیں لیکن — اک مسیحا نفس کی بات گئی
ہم نے بھی وضع خم بدل ڈالی — جب سے وہ طرز التفات گئی
ترکِ اُلفت بہت بجا ناصح — لیکن اس تک اگر یہ بات گئی
ہاں مزے لوٹ لے جوانی کے — پھر نہ آئے گی جو یہ رات گئی

ہائے سرشاریاں جوانی کی　　آنکھ جھپکی ہی تھی کہ رات گئی

جلوۂ ذات اے معاذ اللہ　　تاب آئینۂ صفات گئی

نہیں ملتا مزاج دل ہم سے　　غالباً دور تک یہ بات گئی

قید ہستی سے کب نجات جگر
موت آئی اگر حیات گئی

عشق ہی تنہا نہیں شوریدہ سر میرے لئے　　حسن بھی بیتاب ہے اور کس قدر میرے لئے

ہاں مبارک اب یہ معراج نظر میرے لئے　　جس قدر دور تک نزدیک تر میرے لئے

کھیل ہی بازیچۂ شام و سحر میرے لئے　　وہ گل بازی ہیں یہ شمس و قمر میرے لئے

وقف ہے صیاد کی اک اک نظر میرے لئے　　ہاں مبارک یہ شکست بال و پر میرے لئے

گرم ہے ہنگامۂ شام و سحر میرے لئے　　رات دن گردش میں شمس و قمر میرے لئے

میں ہوں وحشی آہ کس صحرائے آفت خیز کا　　ہے گل ویرانہ بھی اب بے گانہ تر میرے لئے

اس مقام عشق میں ہوں مرحبا اے بیخودی　　ذرہ ذرہ ہے جہاں گرم سفر میرے لئے

جذب ہو کر رہ گیا ہوں میں جمال دوست میں　　عشق ہے تابندہ تر پائندہ تر میرے لئے

میں نہیں کہتا کہ میں ہوں تو ہو تیری خلوتیں　　ہاں مگر سب سے جدا خاص اک نظر میرے لئے

اللہ اللہ میں بھی کیا نازک مزاجِ عشق ہوں — نکہتِ گل بھی ہے جبہ دردِ سر میرے لئے

پھر بھی آنکھیں ڈھونڈھتی ہیں اک سراپا ناز کو — میں نے مانا کچھ نہیں حدِّ نظر میرے لئے

رہبرِ راہِ طلب کو خضر کی حاجت نہیں — ذرّہ ذرّہ ہے چراغِ رہگذر میرے لئے

اپنے دل میں جز ترے میں بھی سما سکتا نہیں — میرا ہر ہر سانس اے زنجیرِ در میرے لئے

مجکو جنت ہی جو دینا ہے تو یارب بخش دے — بس یہی دامانِ تر چشمانِ تر میرے لئے

ترکِ مئے سے اور بھی میں تو شرابی بن گیا — روز آجاتا ہے مینائے سحر میرے لئے

جسنے زاہد سے بھی کافر کے اڑا ڈالے ہیں ہوش — اُس سے بھی کچھ اور ساقی تیز تر میرے لئے

وہ مرا ساغر بکف ہونا پشیمانی کے ساتھ — ابرِ رحمت کا وہ اُٹھنا جھوم کر میرے لئے

قطعہ

کل شبِ مہتاب میں اک بلبلِ آفت نوا — مر گز بیج ہا تھا رات بھر میرے لئے

ناگہاں لبہائے برگِ گل سے یہ آئی ندا — نالے کرنا ہے عبث اے بے خبر میرے لئے

میں بھی ہوں اپنی جگہ خونیں جگر خونیں کفن — تو نہ اپنی جان کھوائے مشت پر میرے لئے

میں یہ سُنتا تھا کہ پائے گل پہ گر کر مر مٹا — بن گیا اک نقشِ عبرت عمر بھر میرے لئے

زندگی اک تہمتِ بیجا ہے میری بات پر — موت اک الزامِ ناجائز جگر میرے لئے

میں تو ہر حالت میں خوش ہوں لیکن اسکا کیا علاج

ڈبڈباتی آتی ہیں وہ آنکھیں جگر میرے لئے

جنوں میں بھی کیا کم یہ ساماں ہو گا ۔۔۔ گریباں سے پیدا گریباں ہو گا

نہ جانِ دل بنے گی نہ دل جان ہو گا ۔۔۔ غمِ عشق خود اپنا عنوان ہو گا

ٹھہر اے دلِ دردمندِ محبت ۔۔۔ تصور کسی کا پریشان ہو گا

گوارا انہیں جان دیکر بھی دل کو ۔۔۔ جو تو دیکھ لے گا تو حیران ہو گا

کٹے گی شبِ غم بڑی راحتوں سے ۔۔۔ تری یاد ہو گی ترا دھیان ہو گا

چلو دیکھ آئیں جگر کا تماشہ
سنا ہے وہ کافر مسلمان ہو گا

ہزاروں قربتوں پر یوں مرا مہجور ہو جانا ۔۔۔ جہاں سے چاہنا ان کا وہیں سے دور ہو جانا

نقابِ روئے نادیدہ کا از خود دور ہو جانا ۔۔۔ مبارک اپنے ہاتھوں حسن کا مجبور ہو جانا

سراپا دیدہ ہو کر غرقِ موجِ نور ہو جانا ۔۔۔ ترا ملنا ہے خود ہستی سے اپنے دور ہو جانا

نہ دکھلائے خدا اے دیدۂ تر دل کی بربادی ۔۔۔ جب ایسا وقت آئے پہلے تو بے نور ہو جانا

جو کل تک لغزشِ پائے طلب پر مسکراتے تھے ۔۔۔ وہ دیکھیں آج ہر نقشِ قدم کا طور ہو جانا

ان آنکھوں کا نہ پوچھو ضبط جن آنکھوں نے دیکھا ہے ۔۔۔ سحر ہونے سے پہلے شمع کا بے نور ہو جانا

محبت کیا ہے تاثیرِ محبت کس کو کہتے ہیں ۔۔۔ ترا مجبور کر دینا مرا مجبور ہو جانا

یکایک دل کی حالت دیکھ کر میرا تڑپ اٹھنا
اسی عالم میں پھر کچھ سوچ کر مسرور ہو جانا

محبت عین مجبوری سہی لیکن یہ کیا باعث
مجھے باور نہیں آتا، مرا مجبور ہو جانا

مگر اس رمز سے ناآشنا تھے حضرت موسیٰ
کہ ہے تنگ نظر پابندِ برق و طور ہو جانا

نگاہِ ناز کو تکلیفِ جنبش تا کجا آخر
مجھی پر منحصر کر دو مرا مجبور ہو جانا

جگر وہ حسن یکسوئی کا منظر یاد آتا ہے
نگاہوں کا سمٹنا اور ہجوم نور ہو جانا

نہ دیکھا رخ بے نقاب محبت
محبت ہے شاید حجاب محبت

برستا ہے کیف شباب محبت
محبت ہے مست شراب محبت

زہے خواب و تعبیر خواب محبت
محبت ہی نکلی جواب محبت

مجھے کیا پڑی ہے ترے در سے اٹھوں
ٹھہرنے جو دے اضطراب محبت

دل ذرہ ذرہ ہے طور تجلی
زہے جلوۂ آفتاب محبت

سبھی اٹھ گئے دیدہ و دل کے پردے
نہ اٹھا مگر اک حجاب محبت

نہ رکھو غرض ہم سے اتنا تو کہہ دو
"ہلاک تبسم" خراب محبت

لہو کی ہر اک بوند دل بن گئی ہے
خوشا لذت کامیاب محبت

لطافت مانعِ نظارہ صورت ہی سہی لیکن — دھڑکنا دل کا کہتا ہے وہ گذرے ہیں ادھر ہو کر

حریمِ حسنِ معنی ہے جگر کا شانۂ اصغر
جو بیٹھو با ادب ہو کر تو اٹھو باخبر ہو کر

عشق کا پیغامِ ہستی شوق کی روداد ہوں — زندگی جس سے برستی ہے میں وہ فریاد ہوں

ہر نفس سرمایہ دارِ عشقِ کامل ہے مرا — مرحبا دردے کہ حسنِ دوست کی امداد ہوں

مائلِ فرزانگی ہے، اب مرا ذوقِ جنوں — آج کل میں محوِ تعمیرِ خرابِ آباد ہوں

عشقِ بے پروا مرا کافی حقیقت ہے مری — کچھ سمجھ کر میں ہلاکِ حسنِ بے بنیاد ہوں

اور بھی مشقِ فنا سے بڑھ گئی ایذائے فکر — جس طرف اب دیکھتا ہوں میں ہی میں آباد ہوں

میری ہستی جستجو، میری حقیقت احتیاج — میں سراپا درد ہوں، میں مستقل فریاد ہوں

کچھ نہیں کھلتا جگر رازِ طلسمِ کائنات
مجھ میں یہ آباد ہے یا اس میں میں آباد ہوں

اندازۂ ساقی تھا کس درجہ حکیمانہ — ساغر سے اٹھیں موجیں بنکر خطِ پیمانہ

انجام سے بے پروا، آغاز سے بیگانہ — پیمانے کی دنیا ہی بیتابیِ پروانہ

حدودِ محبت سے بڑھ گئے ہم
سلامت رہے اضطرابِ محبت

ترے جلووں میں گم ہو کر خودی سے بیخبر ہو کر
تمنا ہے کہ رہ جاؤں زِ سر تا پا نظر ہو کر

نہ چونکے اہلِ دل تا حشر مست و بیخبر ہو کر
زمانہ کروٹیں بدلا کیا شام و سحر ہو کر

جنونِ بیخودی نے کہدیا کیا پردہ در ہو کر
نگاہِ قہر بھی اٹھی، محبت کی نظر ہو کر

بہارِ لالہ و گل، شوخیِ برق و شرر ہو کر
وہ آئے سامنے لیکن حجاباتِ نظر ہو کر

نگاہِ اہلِ دل بھی رہ گئی زیر و زبر ہو کر
کہاں پہونچی مرے اجزائے ہستی منتشر ہو کر

بھرم کھونا کہیں اے دل نہ عشقِ معتبر ہو کر
گزر جا ہاں گزر جا حسن سے بھی بیخبر ہو کر

حجاب اندر حجاب و جلوہ اندر جلوہ کیا کہیے
بلا میں پھنس گئے عشاق پابندِ نظر ہو کر

یہاں تک ضبط کر لو کاش تیرے حسنِ کامل کو
تجھی کو سب پکار اُٹھیں گزر جاؤں جدھر ہو کر

اب اُس رحمت کے آگے حشر میں کیا ہاتھ پھیلاؤں
رہی وابستہ جو مجھ سے مرا دامان تر ہو کر

معاذ اللہ انکا کیفِ جدائی معاذ اللہ
اثر کا منہ چڑھاتی ہیں جو آہیں بے اثر ہو کر

پڑا رہ سبزۂ بیگانہ پر! تو صورتِ شبنم
شعاعِ حسن اُٹھا لیجائیگی خود بال و پر ہو کر

کہاں جاتی ہے بل کر او نگاہِ نازِ بے پروا
مرے پہلو میں رہ جا لذتِ دردِ جگر ہو کر

شیشے سے نہ رکھ مطلب اے ساقیِ میخانہ　　ان مست نگاہوں سے بھر دے مرا پیما

آجائے اگر ضد پر اپنی کوئی دیوانہ　　خود گرد پھرے اگر کعبہ ہو کہ بتخا

ادراک ہے ہستی کا احساس ہے مستی کا　　ہاں اے نگہ ساقی اک اور بھی پیما

ٹکرا دیا شیشوں کو لٹوا دیا رندوں کو

نچلی نہ کبھی بیٹھی وہ نرگسِ مستانہ

خود اپنے عکس کو اپنے مقابل دیکھنے والے　　ذرا آنکھیں تو کھول او نقشِ باطل دیکھنے وا

حقیقت کو حقیقت کے مقابل دیکھنے والے　　تجھے بھی دیکھ میری ہستیٔ دل دیکھنے وا

یہ محفل ہے یہاں ہیں رنگ محفل دیکھنے والے　　ارے بیگانہ بن کر جانبِ دل دیکھنے وا

نقوشِ پردۂ رنگیں دل دیکھنے والے　　کبھی خود کو بھی دیکھا خود سے غافل دیکھنے وا

ترے جلووں کو دیکھیں اور مرے دل کی طرف دیکھیں　　کہاں ہیں اتصالِ موج ساحل دیکھنے وا

ترے کوچے میں آکر فخر سمجھے ہیں اسیری کو　　زمیں سے آسماں تک وسعتِ دل دیکھنے وا

نہ دیکھیں آنکھ اٹھا کر بھی جمالِ شاہدِ مقصد　　غمِ بے حاصلی کا حسن حاصل دیکھنے وا

تری صورت کا مظہر ہے ترا ہر پیکرِ رنگیں ہے　　تجھی کو دیکھتے ہیں تیری محفل دیکھنے وا

شہادت انتقامِ عشق کی صورت بدلتی ہے　　سنبھلنا ہاں سنبھلنا رقصِ بسمل دیکھنے وا

مری ہستی کا ہر ذرّہ اڑا جاتا ہے منزل سے
مرا منہ دیکھتے ہیں جذب منزل دیکھنے والے

زمین و آسماں کیا ہیں مکان و لامکاں کیسے
سما جا تو بھی او گنجائش دل دیکھنے والے

انھیں تہ کی خبر کیا گوہر مقصود کیا جانیں
یہ سب ہیں رقص موج و سیر ساحل دیکھنے والے

شہیدان محبت سے لڑا آنکھیں نہ اے ناصح
یہی وہ ہیں جنھیں کہتے ہیں قاتل دیکھنے والے

ادھر آ ہر قدم پر حسن منزل تجھکو دکھلا دوں
فلک کے پاس ہے منزل بمنزل دیکھنے والے

مری آتش نوائی کا بھی کچھ اندازہ فرمائیں
اسی محفل میں ہونگے نبض محفل دیکھنے والے

انھیں میں کھینچکر روح محبت نے بھر دی ہے
مرے اشعار دیکھیں گے مرا دل دیکھنے والے

مجھے آغوش طوفاں ہی جگر آغوش مادر ہے
وہ کوئی اور ہونگے امن ساحل دیکھنے والے

اک حسن کا دریا ہے اک نور کا طوفاں ہے
اس پیکر خاکی میں یہ کون خراماں ہے

اک ساز محبت ہی کل عالم امکاں ہے
تو چھیڑ نہ دے ظالم ہر تار رگ جاں ہے

پھر عشق جنوں پیشہ یوں سلسلہ جنباں ہے
راہیں بھی گریزاں ہیں منزل بھی گریزاں ہے

تو راز محبت کو سمجھا نہیں ورنہ
پابندی انساں ہی آزادی انساں ہے

مجھکو مرے عصیاں سے کیا خاک ڈرائے گا
زاہد وہی زاہد جو رحمت سے گریزاں ہے

صدقے ترے ہونٹوں کے رنگینی و رعنائی	اک موج تبسم میں کل راز گلستاں ہے
اک شاہد بیتابی، اک پیکر محبوبی	ہر دور میں شامل ہو ہر سانس میں پنہاں ہے
عالم کا تلون کیا؟ ہستی کا تعین کیا؟	تو خود جو خراماں ہے سایہ بھی خراماں ہے
بیہوشی ہو ہشیاری مجبوری و آزادی	جو کچھ ہے محبت ہے احسان ہی احسان ہے
اللہ تجھے رکھے محفوظ۔ حوادث سے	اے کفر ترے دم تک آتش ایماں ہے

یہ تربت عاشق ہے ٹھکرا کے نہ چل اے غافل

اس خاک کا ہر ذرہ خورشید بداماں ہے

عشق نے توڑی سر پہ قیامت، زور قیامت کیا کہیے؟

سننے والا کوئی نہیں، روداد محبت کیا کہیے؟

دل ہے کسی کا راز حقیقت، راز حقیقت کیا کہیے؟

جلوۂ حیرت محو بہ لب ہے جلوۂ حیرت کیا کہیے؟

جب سے اُس نے پھیر لیں نظریں رنگ تباہی آہ نہ پوچھ

سینہ خالی، آنکھیں ویراں دل کی حالت کیا کہیے؟

ایک تجلّی، ایک تبسّم، ایک نگاہِ بندہ نواز

اس سے زیادہ اے غمِ جاناں، دل کی قیمت کیا کہئے؟

یشۂ دل اک نازک سی ٹھیس لگی اور ٹوٹ گیا

اس پہ کسی کے تیرِ ستم کی مشق سیاست کیا کہئے؟

نالۂ بے قرار کون کرے حسن کو شرمسار کون کرے

ہوش کی مستیاں ارے توبہ ہوش کو ہوشیار کون کرے

عشق ہے اعتماد کے قابل حسن کا اعتبار کون کرے

ہمیں بن جائیں کیوں نہ صورتِ یار دل کو پابندِ یار کون کرے

جان و دل پر نہیں رہا قابو جان دل اب نثار کون کرے

سُوئے صحرا نکل چلے وحشی

انتظارِ بہار کون کرے

ئی نہ گھر ہے اپنا کوئی نہ آستاں ہے ہر شاخ ہی نشیمن ہر پھول آشیاں ہے

سامنے ہے پھر بھی بتلا کہ تو کہاں ہے کس طرح تجکو دیکھوں نظارہ درمیاں ہے

اپنی اس نظر کی رعنائیوں کے صدقے جو شکل ہے حسیں ہے دوشیزہ ہر جواں ہے

میں عشق ہوں مکمل میں شوقِ عمل مسلسل — گویا تمام عالم میری ہی داستاں ہے

سب نذرِ حسن کر کے بیٹھا ہے عشق رسوا — کوئی نہ راز ہے اب کوئی نہ رازداں ہے

میں کس کے سامنے اب اپنی جبیں جھکاؤں — میری جبیں نہیں ہے تیرا ہی آستاں ہے

رنگیں ہیں فضائیں جاری ہیں اشک خونیں

افسانہ حسن کا ہے اور عشق کی زباں ہے

دل کیا ہے؟ نقشِ حسن حقیقت طراز کا — آئینہ کیا ہے؟ عکس ہے آئینہ ساز کا

عالم نہ پوچھ عشق کی شانِ نماز کا — کونین ایک ذرہ ہے خاکِ نیاز کا

آخر کھلا یہ رازِ طلسمِ مجاز کا — اک شعبدہ تھا غفلتِ بیگانہ ساز کا

اللہ رے اثر نگہِ مستِ ناز کا — ہر پردہ ارتعاش میں ہے دل کے ساز کا

چھایا یہ رنگ ہستیِ وحدت طراز کا — مفتی نے دیدیا مجھے فتوائے جواز کا

عالم نہ پوچھ کشمکشِ ضبطِ راز کا — ہر سانس ہے پیامِ غمِ جاں گداز کا

کس لطف سے کٹیں شبِ غم کی مصیبتیں — ممنوں ہوں محبت افسانہ ساز کا

تو محوِ بیخودی ہی رہا، ورنہ بے خبر — پنہاں تھا نازِ حسن میں عالم نیاز کا

پیراہنِ جنوں سے تنِ عشق ڈھک گیا — یہ ایک طریق خاص ہوا اخفائے راز کا

ناگاہ سامنے نظر آیا جمالِ دوست — میں شکوہ سنج تھا غمِ ہستی گداز کا
مجھ سے گناہ گار پہ یہ بارشِ کرم — منہ دیکھتا ہوں رحمتِ عاجز نواز کا
صوفی نے جس کو شاہدِ مطلق سمجھ لیا — اک پرتوِ لطیف تھا حسنِ مجاز کا
تنہائیِ فراق میں کیوں گریہ کیجئے — اے دل یہ وقت خاص ہے راز و نیاز کا
تصویرِ یار سامنے سر میں ہوائے عشق — ایسے میں کس کو ہوش نشیب و فراز کا

مجھکو وصال ہجر سے کیا واسطہ جگر
عاشق اک تبسمِ دیوانہ ساز کا

وہ ہجر کے پردے میں جسوقت کہ واصل تھا — اس درجہ لطافت تھی احساس بھی مشکل تھا
کل دیکھ کے یہ منظر قابو میں نہ پھر دل تھا — بیتاب تھیں خود موجیں لب تشنہ جو ساحل تھا
کیا سیر تھی میں جبتک آوارۂ ساحل تھا — دریا کی طرح غم تھا کشتی کی طرح دل تھا
کل اتنی حقیقت تھی منصور و انا الحق کی — ناچیز سا اک قطرہ دریا کے مقابل تھا
کونین کا غم دل نے سب لے لیا اپنے سر — آغاز کا دیوانہ انجام سے غافل تھا
جب غور کیا دم بھر سب نقش چمک اٹھے — جب آنکھ ذرا کھولی آئینہ مقابل تھا
دل کیلئے الفت کی قیدیں ہی مناسب تھیں — دیوانہ یہ ایسی ہی زنجیر کے قابل تھا

خود اپنی تجلّی میں جب عشق تھا مستغرق
ہر ثابت و سیارہ مدہوش تھا غافل تھا

کیا دن تھے جگر وہ بھی جب صحبت اصغر میں
مسرور طبیعت تھی محرم در مرا دل تھا

دل مرا توڑ کر کہا اُس نے زبانِ راز میں
ساز میں نغمے وہ کہاں جو شکستِ ساز میں

ہو کے فنائے ذاتِ حق دل مرا سوز و ساز میں
مرکزِ اصل بن گیا، دائرۂ مجاز میں

دونوں جہاں تھے غرق و محو جسکی نگاہ ناز میں
ایسا بھی ایک بت ملا بتکدۂ مجاز میں

خاک بھی اُس غریب کی آہ کہ پھر نہ اُٹھ سکی
تم نے جسے مٹا دیا پردۂ امتیاز میں

درد کا دل بڑھائے کون؟ پردہ دوئی اُٹھائے کون؟
موت کو نیند آگئی غم کی حریم ناز میں

پھیلے پڑے ہیں جس قدر حُسن کے جلوۂ لطیف
جی میں ہے سب سمیٹ لوں دامنِ امتیاز میں

وحدتِ خاص عشق ہی ذکر ہی غریب کا کیا
اپنے ہی جلوے دیکھئے اپنی ہی بزم ناز میں

یوں ہیں مری نگاہ نقش و نگار کائنات
عالم خواب جس طرح دیدۂ نیم باز میں

مشرقِ غم سی کر طلوع ایک وہ آفتاب حُسن
ڈوب سکے نہ جو کبھی مغربِ امتیاز میں

دونوں جہاں میں دو قدم اوّل و آخر ہوس
انکو اٹھا تو ہے ابھی خاص حریم ناز میں

غیر جو تلخ کام ہے اسکے نصیب کی کمی
مجھکو تو اک مزہ ملا ہر غمِ جانگداز میں

اصل ہی ہو کے بیخبر، ڈھونڈ نہ اے دل حزیں
عیش دوام غمکدۂ محبانہ زمیں

یہ جو تمام نغمہ ہے، دعوتِ عام نغمہ ہے
موجِ خرام نغمہ ہے نغمہ نہیں ہے ساز میں

میرے نیاز عشق کا ہو ہی رہیگا فیصلہ
آپ کمی نہ کیجیے اپنے جنونِ ناز میں

کام نہ آئیں عقل کی عقدہ کشائیاں جگر
اور اضافہ ہو گیا سلسلہ ہائے راز میں

قدرت کی آن والے رحمت کی شان والے
تجھ پر جہاں تصدق او پاک جان والے

دونوں جہاں کی رحمت ہے مٹھیوں میں تیری
بوسیدہ کپڑوں والے ٹوٹے مکان والے

ایسے تھے آپ اُمّی کھولی زباں جس دم
دم بھر میں بیزباں تھے ساری زبان والے

روضے پہ اے صبا تو جا کر یہ عرض کر دے
ہجور کب تک آخر ہندوستان والے

اک جنبشِ نگہ کے سب منتظر کھڑے ہیں
پُر درد قلب والے پُر سوز جان والے

پردہ ہستی ہیں جب تو مشکل ہے
حیراں ہوں ہیں جلوہ پھر کونسا باطل ہے

صحرا ہے نہ بستی ہے دریا ہے نہ ساحل ہے
جو کچھ نظر آتا ہے ایک شعبدۂ دل ہے

کیا چیز ہے کل عالم؟ کیا چیز مرا دل ہے — حیرت کا آئینہ حیرت کے مقابل ہے

حیراں ہوں کہ یہ آخر کیوں بیچ میں حائل ہے — میرا ترا رشتہ تو بیواسطۂ دل ہے

خود شورشِ ہستی ہے تمہید فنا یعنی — ہنگامۂ محفل ہی برہم زنِ محفل ہے

جسمیں کہ ترے جلوے خود تیرتے پھرتے ہیں — اس خون کا قطرہ کونین کا حاصل ہے

وسعت نے نگاہوں کی تاریک کیا منظر
ایک ایک قدم ورنہ خود عشق کی منزل ہے

چشمِ نظر پرست میں جس کا جہاں نام ہے — حسن تمام یار کا جلوۂ ناتمام ہے

کس کے فروغ حسن کا آج یہ فیض عام ہے — شام نثار صبح ہے صبح نثار شام ہے

خلوتیانِ راز کا خاص یہ اک پیام ہے — کیفِ وصالِ دوست بھی منزلِ ناتمام ہے

حسن کی بارگاہ میں رکھئے سنبھال کر قدم — یہ وہ مقام ہے جہاں خواہشِ دل حرام ہے

گرمیٔ سوزِ عشق سے دل کو جلا تو بوالہوس — صبح کو بھی نہ بجھ سکے یہ وہ چراغِ شام ہے

شوق کی انتہا کہو یا کہ فریبِ عاشقی — شورِ انا الحبیب کا خاصۂ مقام ہے

ایک بلال کی بیخودی ایک غضب کی بیحسی — دورِ حیات کہتے ہیں جسکو وہ دورِ عام ہے

بندگیٔ جنونِ دل، بیخودیٔ ادب سرشت — حسن کی اصطلاح میں عشق اسی کا نام ہے

ادائے پرسکوت لاکھ نوائے پرخروش — وہ روش خواص تھی یہ روش عوام ہے

شیفتۂ صفات کو کوئی سکون ہو تو ہو — عاشقِ ذات کو کہاں ایک جگہ قیام ہے

اب تو خدا کے واسطے زیست کا دو جگر ثبوت
خواب گراں وہی ہے اور وقت قریب شام ہے

تو نہیں کبھی وہی اک نغمہ ہے جو ساز میں ہے — فرق نزدیک کی اور دور کی آواز میں ہے

تڑپ ہے کہ تڑپ سینۂ ہر ساز میں ہے — میری آواز بھی شامل تری آواز میں ہے

صورت میں نہ معنی میں نہ آواز میں ہے — دل کی ہستی بھی اسی سلسلۂ راز میں ہے

نغمۂ محمود اک نغمہ بے ساز میں ہے — اب نہ مطرب میں کوئی فرق اور نہ آواز میں ہے

عاشقوں کے دلِ مجروح سے کوئی پوچھے — وہ جو اک لطف نگاہِ غلط انداز میں ہے

کوشش مشتاق کی کیا بات ہے اللہ اللہ — سن رہا ہوں میں وہ نغمہ جو ابھی ساز میں ہے

حسن انجام پہ کس طرح تصدق کر دوں — وہ جو اک لطف ہر اک لغزش آغاز میں ہے

حرم و دیر نظر آتے ہیں سب سر بسجود
جلوہ گر کون؟ مرے شوق جبیں ساز میں ہے

کیونکر نہ روشن تجھسے ہوں کون و مکانِ عاشقی
تو شمع انجمن تو نورِ جانِ عاشقی

اللہ رے سوزِ دل خوں کشتگانِ عاشقی
پنہاں ہیں اب تک خاک میں برقِ تپانِ عاشقی

لیکر ازل ہی سے چلے شوریدگانِ عاشقی
نشتر بجانِ آرزو، آتش بجانِ عاشقی

کیا قصۂ جور و فلک ہے کیا داستانِ عاشقی
سب جانتی ہے وہ نظر، دردِ نہانِ عاشقی

ناکام ہی اب تک رہے، بدنام ہی اب تک ہوئے
ہم بیکسانِ بیکسی، ہم عاشقانِ عاشقی

گو لب اگرچہ سرد ہے چہرہ بھی غم سے زرد ہے
پھر بھی یہی اک دھن ہے آرام جانِ عاشقی

اُٹھنے کو ہی انکی نظر ہو نیکو ہے وہ آنکھ تر
ہاں تیز کردے بیخبر، سازِ نہانِ عاشقی

برہم اُدھر ہے بزمِ جہاں تاراج و باغ و آشیاں
طاری وہی اب تک ہے یا خوابِ گرانِ عاشقی

ان کی نگاہ لطف ہے اور کشفِ رازِ دلبری
میری نگاہ شوق ہے اور داستانِ عاشقی

آؤ جہاں برہم کریں، پیدا نیا عالم کریں
تم جانِ جانِ حسن ہو، ہم جانِ جانِ عاشقی

یہ مصرعِ حسرت جگر نشتر سہی بھی ہے تیز تر
سیراب غم کردے کہیں پیرِ مغانِ عاشقی

وہ بزم تماشا بھی کیا بس ترمِ تماشا ہے
جو جلوہ ہے پردہ ہے جو پردہ ہے جلوہ ہے

یہ حسنِ طلب ہی کا اک جلوۂ رعنا ہے
کس نے اسے دیکھا کس نے اسے پایا ہے

دنیا یہ اُسی کی ہے عالم یہ اُسی کا ہے
جو آپ ہی مجنوں ہے جو آپ ہی لیلا ہے

آغاز محبت کا انجام بس اتنا ہے
جب دل میں تمنا تھی اب دل ہی تمنا ہے

بیکار ہے اے مجنوں یہ پیکر آب و گل
اس چیز کا طالب بن جو اصل میں لیلا ہے

کیا حسن کا افسانہ محدود ہو لفظوں میں
آنکھیں ہی کہیں اسکو آنکھوں نے جو دیکھا ہے

کہنے کے لئے کہہ لیں سب کچھ اسے اہل دل
خود ورنہ محبت بھی اک طرح کا پردہ ہے

اس دور میں مجنوں ہی کوئی نہ رہا ورنہ
ابتک وہی محمل ہے ابتک وہی لیلا ہے

بھر دو انھیں جلووں سے یا آگ لگا دو تم
آنکھیں بھی تمھاری ہیں سینہ ہے تمھارا ہے

تاثیر محبت کی اللہ ری مجبوری
ہر بعد میں اک قربت ہر قرب میں اک دوری

یوں محو فنا ہو جا اے دل رہِ الفت میں
ہر سانس سے پیدا ہو اک نغمۂ منصوری

کل ہستی عالم کے پیدا ہیں صفات اسکے
سب کہنے کی باتیں ہیں مختاری و مجبوری

خود اپنے لئے بلبل تجویز قفس کر لے
اس پر بھی نہ کھل جائے صیاد کی مجبوری

تو نے ہی جگر اس کو مٹی میں ملایا ہے
ورنہ یہ ترا دل تھا اک آئینہ نوری ہے

کیا بلا عشق تماشا ساز ہے — اس کا ہر انجام اک آغاز ہے

روح ہی اک نغمۂ سازِ الست — جسم خاکی پردۂ آواز ہے

موت پر حیرانی و حیرت ہی کیا — زندگی خود اک طلسم راز ہے

ان کو اپنی شان رحمت پر غرور — مجھکو اپنی بے بسی پر ناز ہے

لفظ ذہنی جسکو چھو سکتے نہیں — وہ مرا افسانۂ آواز ہے

لب تک اے صیاد آ سکتی نہیں — دل میں جتنی حسرت پرواز ہے

یوں نہ دیکھے کوئی تو کچھ بھی نہیں — ورنہ ہر ذرہ طلسم راز ہے

ہوشیار اے طائر جاں ہوشیار — اس گلستاں کی ہوا ناساز ہے

سر ہستی دو عالم کچھ نہ پوچھ — ابتدائے انتہا تک راز ہے

اضطراب دل بھی کیا شے ہے کہ اب — بے پر و بالی پہ پرواز ہے

زندگی کیا ہے نمود عاشقی — عشق کیا ہے حسن کا آغاز ہے

زندگی جس سے عبادت ہے مگر
وہ کسی کی اک نگاہ ناز ہے

سنا ہے کہ حشر میں اک حسن عالم گیر دیکھیں گے — خدا جانے تجھے یا اپنی ہی تصویر دیکھیں گے

دل آباد ہی میں حسن کی تنویر دیکھیں گے
اسی برگِ خزاں دیدہ پر اک تصویر دیکھیں گے

جدا ہرگز نہ حسن و عشق کی تصویر دیکھیں گے
وہ جب دیکھیں گے میری خاکِ دامنگیر دیکھیں گے

اگر فرصت ملی عرفانِ تاثیرِ محبت سے
تجھے بھی ایک دن اے آہ بے تاثیر دیکھیں گے

رہائی ہو نہیں سکتی کبھی قیدِ تعلق سے
جو اک زنجیر ٹوٹی دوسری زنجیر دیکھیں گے

بغور اس ہستیِ خاکی پہ بھی ہم اک نظر ڈالیں
قیامت تک نہ پھر ایسی کوئی تصویر دیکھیں گے

اب اس صورت سے کیا آئیں ترے آئینہ خانے میں
تری تصویر ہی بن کر تری تصویر دیکھیں گے

یہ دو مستعار خزاں و بہار کے
دو سلسلے ہیں اک نگہِ فتنہ کار کے

وارفتگانِ عشق ہوں ہمرنگ کس طرح
عالم جدا جدا ہیں نگہ ہائے یار کے

ہم نے دیا تعلقِ اصلی نہ منقطع
مجبوریاں بھی ساتھ چلیں اختیار کے

دیوانۂ جنوں کی وہی ایک سیرگاہ
تھکتے نہیں ہیں پاؤں بھی ہوشیار کے

اگر قفس میں یہ کھلا ہے معاملہ
ہم اہل تھے خزاں کے نہ رنگِ بہار کے

رگ رگ میں آج دوڑ گئی موجِ سرخوشی
قربان تیری لغزشِ مستانہ وار کے

پہنچا دیا مقامِ قناعت تک اے جگر
صدقے میں اپنے اس غمِ ہمت شکار کے

در فردوس نظر آنے لگا باز مجھے — دیجئے دیجئے اک اور بھی آواز مجھے

دیکھئے شوخیِ نیرنگِ محبت کا سلوک — حسنِ انجام میں ہے حسرتِ آغاز مجھے

ایک گوشہ ہی قفس کا مجھے بس ہے صیّاد — بال و پر دیں نہ اگر زحمتِ پرواز مجھے

دید کیسی؟ مگر اتنا ہے کہ گاہے گاہے
پردۂ دل سے سنا دیتے ہیں آواز مجھے

ستم کا عدو مستحق ہو گیا — مرا دل سراپا قلق ہو گیا

سنانے چلے تھے انھیں حالِ دل — نظر ملتے ہی رنگ فق ہو گیا

جو کچھ بچ رہا تھا مرا خونِ دل — وہی آسماں پر شفق ہو گیا

چھپائے ہوئے تھے ترا رازِ عشق — مگر اب تو سینہ بھی شق ہو گیا

مری موت سن کر کیا اُس نے ضبط — مگر رنگ چہرہ کا فق ہو گیا

گھڑی بھر میں نا آشنا ہو گیا — نہ جانے مرے دل کو کیا ہو گیا

دھڑکنے لگا دل نظر جھک گئی — کبھی اُن سے جب سامنا ہو گیا

مرے سر پہ احسان ہے عشق کا — مرا رنگ ہی دوسرا ہو گیا

نمایاں ہیں چہرے سے آغازِ عشق
جگر آج سے باخبر ہو گیا

نقشِ وفا کا رنگ مٹایا نہ جائے گا
دل بھی گیا جو زہر تو کھایا نہ جائے گا

سر سے جنونِ عشق کا سایا نہ جائے گا
تم سے بھی یہ طلسم مٹایا نہ جائے گا

دل نے اگر چھپا بھی لیا داغِ آرزو
آنکھوں سے تو یہ راز چھپایا نہ جائے گا

مجھ ناتوانِ عشق کو سمجھا ہے تم نے عشق
دامن پکڑ لیا تو چھڑایا نہ جائے گا

اُن کو بلا کے اور پشیمان ہوئے جگر
یہ کیا خبر تھی ہوش میں آیا نہ جائے گا

جان ہے بیقراری سی جسم ہے پائمال سا
اب نہ وہ دل نہ وہ جگر صرف اک خیال سا

جلوئے عشق میں مجھے آپ ہی کا جمال سا
داغ ہر ایک بدر سا زخم ہر اک ہلال سا

جسنے بنا دیا مجھے وحشی و خستہ حال سا
ہائے وہ شکل چاند سی ہائے وہ قد نہال سا

دل پہ مری گرائیں تھیں تم نے ہی بجلیاں مگر
آئے نظر کے سامنے مجکو ہے احتمال سا

ہائے کسی وہ عتاب میں اُنکی نگاہیں اُنکی شکل
آنکھیں بھی سرخ سرخ چہرہ بھی لال لال سا

اٹھتے ہی پائے یار کے باغ کا باغ اجڑ گیا　　پھول بھی ہیں تباہ سی سبزہ بھی پائمال سا

حسن کی سحرکاریاں عشق کے دل سے پوچھئے　　وصل کبھی ہجر ہجر سا ہجر کبھی وصال سا

گم شدگان عشق کی شان بھی کیا عجیب ہے　　آنکھوں میں اک سرور سا چہرہ پہ اک جلال سا

یاد ہے آج تک مجھے پہلے پہل کی رسم و راہ
کچھ انھیں اجتناب سا کچھ مجھے احتمال سا

خلوت میں غم فرقت اس طرح بیاں ہوتا　　وہ میری زباں بنتے میں ان کی زباں ہوتا

تھی سیر اگر میں بھی ساتھ اُن کے وہاں ہوتا　　آنسو بھی رواں ہوتے دریا بھی رواں ہوتا

یوں رازِ غم فرقت سینے میں نہاں ہوتا　　ہم خود بھی عیاں کرتے تو بھی نہ عیاں ہوتا

اے کاش نہ ہم اُٹھتے در سے ترے جینے جی
جینا بھی یہاں ہوتا، مرنا بھی یہاں ہوتا

راز اس حسن کا ہندو، نہ مسلماں سمجھا　　کچھ جو سمجھا تو مرا دیدۂ حیراں سمجھا

زخم کو مرہم دل، درد کو درماں سمجھا　　چارہ گر خوب علاج غم پنہاں سمجھا

عشق کا راز وہی سوختہ ساماں سمجھا　　جس نے داماں کبھی جانا نہ گریباں سمجھا

حشر میں بھی نہ اُٹھا آنکھ سے غفلت کا حجاب
اس کو بھی ایک خواب غم پنہاں سمجھا

یہی ہے سب سے بڑھ کر محرم اسرار ہو جانا
میسر ہو اگر اپنا ہمیں دیدار ہو جانا

محبت میں کہاں ممکن ذلیل و خوار ہو جانا
کہ پہلی شرط ہے انسان کا خوددار ہو جانا

کھلیگا چارہ گر پر راز غم کیا در کسے ہوتے
کہ آتا ہے اسے خود نبض کی رفتار ہو جانا

ہوا کا اس طرف اُنکی نقاب رُخ ہٹا دینا
ادھر اک اک لہو کی بوند کا سرشار ہو جانا

اثر لینا تھا ہم کو خود ادائے حُسن سے اُنکی
مگر لازم نہ تھا رُسوا سر بازار ہو جانا

گریں ہر ہر قدم پہ بجلیاں راہ محبت میں
بڑی مشکل سے آیا طالب دیدار ہو جانا

ادھر دامن کسی کا جھاڑ کر محفل سے اُٹھ جانا
ادھر نظروں میں ہر ہر چیز کا بیکار ہو جانا

وصال و ہجر کے جھگڑوں نے فرصت ہی نہ دی ورنہ
مآل عاشقی تھا روح کا بیدار ہو جانا

زباں گو چپ ہوئی دلمیں تلاطم ہے وہی برپا
نہ آیا آج تک محو خیال یار ہو جانا

کیا آ گیا خیال دل بے قرار میں
خود آشیاں کو آگ لگا دی بہار میں

محشر میں عرض شوق کی اُمید کیا کروں
دل ہی تو ہے رہا نہ اختیار میں

صورت دکھا کے پھر مجھے بیتاب کر دیا اک لطف آچلا تھا غم انتظار میں

رگ رگ میں دل ہی دل میں تڑپ ہو عشق کی محشر بنا ہوا ہوں تمنائے یار میں

وحشت جنون عشق کی گلکاریاں نہ پوچھ ڈوبا ہوا ہوں سر سے قدم تک بہار میں

تھم تھم کے دل سے چھیڑ ہو تیر نگاہ یار
کیا لطف گر ہمیں نہ رہے اختیار میں

یہ نہ پوچھو دہر میں کب سے میں اسی طرح خانہ خراب ہوں
جو نہ مٹ سکا وہ طلسم ہوں جو نہ اٹھ سکا وہ حجاب ہوں

مجھے غیر سمجھیں نہ اہل دل۔ ہمہ تن اگرچہ حجاب ہوں
جو نہاں ہے میری نظر سے بھی، میں اُسی کے رُخ کی نقاب ہوں

نہ تعلقات کی حد کوئی، نہ توقعات کی حد کوئی
جو کبھی سمجھ میں نہ آسکے، وہ میں اک فرد حساب ہوں

نہ صدائے بُلبل خوش بیاں، نہ سرود بزم پری رخاں
نہ بھرا ہے نغمۂ درد سے، وہ میں ایک تار نقاب ہوں

اُداسی طبیعت پہ چھا جائیگی — اُنھیں جب مری یاد آجائیگی
شبِ غم کرشمے دکھا جائیگی — کمی آنسوؤں کی رُلا جائیگی
مرے بعد ڈھونڈوگے میری وفا — مرے ساتھ میری وفا جائیگی

مجھے اس کے در پر ہے مرنا ضرور
مری یہ ادا اُس کو بھا جائیگی

آہ مری یہ فغاں اب نہ سُنی جائے گی — اب نہ سنو داستاں، اب نہ سنی جائے گی
پھر گئی اُن کی نظر، پھر گئے دنیا سے وہ — دوستیِ جسم و جاں، اب نہ سُنی جائے گی
یاس بھرا دردِ دل، اب نہ کہا جائے گا — درد بھری داستاں، اب نہ سُنی جائے گی
قصۂ غم کہہ کے ہیں لیجیے خاموش ہوں — میرے دہن میں زباں، اب نہ سُنی جائے گی
بزم سے باچشمِ تر اُٹھ گئے کہتے ہوئے — ہم سے تری داستاں، اب نہ سُنی جائے گی
رحم اُنھیں آگیا میرے دلِ زار پر — یہ روشِ آسماں، اب نہ سُنی جائے گی

کہہ کے بُرا غیر کو اُن کو خفا کر دیا
بات جگر کی وہاں اب نہ سُنی جائے گی

کیا پوچھتے ہو حالت بیمار محبت کی
کچھ اور ابھی گھڑیاں باقی ہیں مصیبت کی

ہر نفس کہ ہے سینہ میں نقشہ غم فرقت کا
ہر اشک ہے آنکھوں میں تصویر محبت کی

آ ہی گیا رحم اُن کو حال دل محزوں پر
کر ہی گئی کام اپنا تاثیر محبت کی

اے جوش جنوں ٹوٹے چھالا نہ مرے دل کا
دھندلی سی نشانی ہے ہر سوز غم فرقت کی

لاکھوں میں جگر اُسنے پہچان لیا تم کو
چھپتی ہے چھپانے سے کب آنکھ محبت کی

جور گلچیں و جفائے باغباں دیکھا کئے
جو دکھایا تو نے وہ اے آسماں دیکھا کئے

آج کن آنکھوں سے یہ جور خزاں دیکھا کئے
سب چمن لٹتا رہا اور باغباں دیکھا کئے

اب قفس میں ہوش آیا ہے یہ حیرت ہے ہمیں
کس طرح آنکھوں سے لٹتے آشیاں دیکھا کئے

جی بھر آیا ناتوانی پر جو راہِ شوق میں
دیر تک ہم نقش پائے رہرواں دیکھا کئے

جب چمن سے لے چلا صیاد کر کے ہم کو قید
دور تک مڑ مڑ کے سوئے آشیاں دیکھا کئے

تھا اسیری میں بھی کچھ ایسا تعلق روح کو
ہم قفس میں بھی خواب آشیاں دیکھا کئے

خاک سیر لالہ و گل باغ میں جبتک رہے
دست گلچیں یا نگاہِ باغباں دیکھا کئے

نظر ہے وقفِ غمِ انتظار کیا کہنا
کھنچی ہے سامنے تصویرِ یار کیا کہنا

یہ چشمِ مست، یہ ابرو، یہ زلف، یہ خد و خال
یہ لب، یہ رُخ، یہ جبیں، یہ عذار کیا کہنا

شباب اور مکمل شباب، ارے توبہ
بہار، اور مجسم بہار، کیا کہنا

تصادمِ نگہِ شوق، اے معاذ اللہ
تبسمِ نگہ فتنہ ساز، کیا کہنا

فروغِ حسن و نوائے سرود طرفِ چمن
شرابِ عشق و لبِ جوئے بار کیا کہنا

گل و بنفشہ و نسرین و نسترن کیا خوب
بہار و سایۂ ابرِ بہار کیا کہنا

بیانِ درد زبانِ خموش و عرض و نیاز
جبین و شوق و کفِ پائے یار کیا کہنا

گدازشِ دلِ آفریں، معاذ اللہ
نگارشِ غمِ ہمت شکار کیا کہنا

تمام شوق و شکایت تمام مہر و وفا
فسانۂ دلِ بے اختیار کیا کہنا

فسونِ نیم نگاہی، و سحرِ استغنا
سکوتِ حسن و لبِ نغمہ ساز کیا کہنا

وفورِ بیخودی ضبطِ غم، جزاک اللہ
سرورِ بادۂ ناخوشگوار کیا کہنا

شرابِ نیم نشیلی نگہ، ارے توبہ
پیالہ گیر کفِ رعشہ دار کیا کہنا

سبک روانی اشک و خنک نسیمِ کرم
نشاط دردِ دلِ قرار، کیا کہنا

کرم نما ستمِ نازِ حسن ارے توبہ
ستم نما کرمِ خاصِ یار کیا کہنا

نگاہِ ناز کے مبہم اشارہ ہائے لطیف
شکستِ شیشۂ دل بار بار کیا کہنا

حریم حسن کے پردے اُٹھے ہوئے ہیں جگر
یہی اگر ہے غمِ انتظار کیا کہنا

اپنا ہی سا اے نرگس دیوانہ بنا دے
میں جب تجھے جانوں مجھے دیوانہ بنا دے

ہر قید سے ہر رسم سے بیگانہ بنا دے
دیوانہ بنا دے مجھے دیوانہ بنا دے

اک برق ادا خرمنِ ہستی پہ گرا کر
نظروں کو مری طور کا افسانہ بنا دے

ہر دل ہے تری بزم میں لبریزِ مئے عشق
اک اور بھی پیمانے سے پیمانہ بنا دے

تو ساقیِ میخانہ بھی تو تشنۂ مے بھی
میں تشنۂ ہستی مجھے مستانہ بنا دے

اللہ نے تجھکو مئے میخانہ بنایا
تو ساری فضا کو مئے میخانہ بنا دے

تو ساقیِ میخانہ ہے میں رند بلانوش
میرے لئے میخانہ کو پیمانہ بنا دے

یا دیدۂ دل میں تو آپ سما جا
یا پھر دلِ دیدہ ہی کو ویرانہ بنا دے

قطرے میں وہ دریا ہی جو عالم کو ڈبو دے
ذرہ میں وہ صحرا ہے کہ دیوانہ بنا دے

لیکن مجھے ہر قید تعین سے بچا کر
جو چاہے وہ اے نرگسِ مستانہ بنا دے

عالم تو ہے دیوانہ جگر حُسن کی خاطر
تو اپنے لئے حسن کو دیوانہ بنا دے

غمِ عاشقی ہے فغاں کو بکو ہے
ہر اک لحظہ منظر نیا رو برو ہے
کہیں سبزۂ گل کہیں دشت ہو ہے
تری آرزو ہے تری جستجو ہے

خیال ایک جانب نگہ چار سو ہے

محبت ہی ناظم، محبت ہی ناثر
محبت دکھاتی ہے کیا کیا مناظر
محبت ہی باطن، محبت ہی ظاہر
محبت ہی اول محبت ہی آخر

محبت ہی میں ہوں محبت ہی تو ہے

ترا وصل اچھا ترا ہجر پیارا
جو منظور تجھکو ہمیں سب گوارا
ترا شعلۂ عشق آنکھوں کا تارا
پھڑکتی ہوئی جانِ غم کا سہارا

دھڑکتے ہوئے دل کی تسکین تو ہے

وہ عارض شگفتہ گل باغِ جنت
وہ پیشانی صاف، صبح سعادت
وہ چشم سیہ سایۂ ابر رحمت
وہ رنگ نزاکت، وہ حسن لطافت

کلی کا تبسم ہے پھولوں کی بو ہے

کہیں عشق ہی عشق ہے مستِ رُسوا
کہیں حسن ہی حسن ہے بادہ پیما
غرض چھان ڈالی محبت کی دنیا
ان آنکھوں نے دیکھا یہی اک تماشا

کہیں میں ہی میں ہوں کہیں تو ہی تو ہے

وہ کہتے ہیں سب دل کے انداز کہیے
محبت کا انجام و آغاز کہیے

ہر اک راز بے پردہ راز کہیے
کہاں تک غمِ عشق شیراز کہیے

کہ ہر آرزو محشرِ آرزو ہے

اُف وہ روئے تابناک وہ چشمِ تر میرے لئے
ہائے وہ زلفِ پریشاں تا کمر میرے لئے

ہر نفس میں ایک دنیائے محبت نو بہ نو
ہر نظر میں اک پیامِ تازہ تر میرے لئے

حیف وہ لغزیدہ لغزیدہ قدم میری طرف
ہائے وہ وزدیدہ نظر میرے لئے

وہ رُخِ رنگیں پہ انوارِ محبت نو بہ نو
ہر نظر میں اک پیامِ تازہ تر میرے لئے

سر سے پا تک آہ وہ اک پیکرِ حسنِ حزیں
چار جانب دیدۂ حسرت نگر میرے لئے

سرد سرد آہوں میں تاثیرِ محبت گرم گرم
خشک خشک آنکھوں میں جوشِ اشکِ تر میرے لئے

جوشِ غم جوشِ حیا آغازِ عشق احساسِ حسن
کشمکش سی کشمکش آٹھو پہر میرے لئے

سامنے آتے ہی آتے وہ تنفس تیز تیز
سینۂ شفاف زیر و زبر میرے لئے

وہ سرک جانا یکایک روئے تاباں سے نقاب
حیرت افزا رونقِ دیوار و در میرے لئے

ہر ادائے جاں نوازی حسن وخیز دعشق بیز
پھر بھی ہر اک سعیٔ پیہم اثر میرے لئے

اُف وہ آغوش تھی بیتاب آغوشِ دگر
اُف وہ دردِ شوق محتاجِ اثر میرے لئے

ہائے وہ رنگینیٔ رخ دیکھیں نقش وزریں کمر
ہائے وہ لعلیں لب سلک گہر میرے لئے

شبنم آلودہ وہ آنکھیں وہ گلاب افشاں جبیں
وہ دھڑکتا دل وہ گھبرائی نظر میرے لئے

اس نگاہِ ناز میں وہ ہلکی ہلکی جنبشیں
معنیٔ بے لفظ و شرح مختصر میرے لئے

ہیں سراپا بے نیاز ربط و ضبط حسن عشق
وہ مجسم حسن و عشق معتبر نظر میرے لئے

وہ میری آزاد فطرت وہ مری تمکین و ہوش
وہ شکست حسن وہ نیچی نظر میرے لئے

اول اول آہ وہ دلمیں مرے احساس عشق
آخر آخر اف وہ نوک نیشتر میرے لئے

لحظہ لحظہ وہ مرا پیہم سکوت مضطرب
لمحہ لمحہ عالمِ نوعِ دگر میرے لئے

اُف وہ کہنا اسکا پھر باہوں میں باہیں ڈال کر
ہیں جگر کے واسطے ہوں اور جگر میرے لئے

نظر ملا کے مرے پاس آ کے لوٹ لیا
نظر ہٹی تھی کہ پھر مسکرا کے لوٹ لیا

شکست حسن کا جلوہ دکھا کے لوٹ لیا
نگاہ نیچی کئے سر جھکا کے لوٹ لیا

دہائی ہے مرے اللہ کی دہائی ہے
کسی نے مجھ سے بھی مجھکو چھپا کے لوٹ لیا

سلام اسپہ کہ جس نے اٹھا کے پردہ دل
مجھی میں رہ کے مجھی میں سما کے لوٹ لیا

انھیں کے دل سے کوئی اسکی عظمتیں پوچھیں
وہ ایک دل جسے سب کچھ لٹا کے لوٹ لیا

یہاں تو خود تری ہستی ہے عشق کو درکار
وہ اور ہونگے جنہیں مسکرا کے لوٹ لیا

خوشا وہ جان جسے دیگئی امانت عشق
زہے وہ دل جسے اپنا بنا کے لوٹ لیا

نگاہ ڈال دی جس پر حسین آنکھوں میں
اُسے بھی حسن مجسم بنا کے لوٹ لیا

رہا خراب محبت ہی وہ جسے تو نے
خود اپنا درد محبت دکھا کے لوٹ لیا

کوئی یہ لوٹ تو دیکھے کہ اُس نے جب چاہا
تمام ہستی دل کو جگا کے لوٹ لیا

کرشمہ سازی حسن ازل ارے توبہ
مرا ہی آئینہ مجھکو دکھا کے لوٹ لیا

نہ لٹتے ہم مگر ان مست انکھڑیوں نے جگر
نظر بچاتے ہوئے ڈبڈبا کے لوٹ لیا

شمشیر حسن و عشق کا بسمل بنا دیا
تم نے تو مجھکو پیار کے قابل بنا دیا

ہر جنبش نگاہ پہ مائل بنا دیا
میرا ہی مجھکو مد مقابل بنا دیا

آج اک حسین نے رشک کے قابل بنا دیا
بسمل بنا کے پھر مجھے قاتل بنا دیا

نازک مزاج عشق کی اللہ ری خاطریں
اپنی نزاکتوں کا مرا دل بنا دیا

ان شاعران دہر پہ ہو عشق ہی کی مار
اک پیکر جمیل کو قاتل بنا دیا

دکھا کے ایک جلوہ سراپائے حسن کا
آنکھوں کو اعتبار کے قابل بنا دیا

دونوں جہاں تو اپنی جگہ پہ ہیں بیقرار
کیا چیز تھی کہ جس کو مرا دل بنا دیا

نوید بخشش عصیاں سے شرمسار نہ کر
گناہ گار کو یا رب گناہگار نہ کر

نظر ملی ہے تو اس کو بہار ساز بنا
نظر کو مائل رنگینیٔ بہار نہ کر

کہاں کی فرقت و غربت گزر بھی اے دل
یہ راہ عام ہے تو اسکو اختیار نہ کر

بہار اپنی جگہ پر سدا بہار رہے
یہ چاہتا ہے تو تجزیۂ بہار نہ کر

خطاؤں سے پہلے پشیمانیاں ہیں
محبت کی معصوم نادانیاں ہیں

قیامت زری جلوہ سامانیاں ہیں
جدھر دیکھتا ہوں پریشانیاں ہیں

دل وجان حسرت ہیں قربانیاں ہیں
خوشا وہ کہ جسکی یہ جہانیاں ہیں

مسلسل غم دل کی عریانیاں ہیں
نگاہیں نہیں ہیں پریشانیاں ہیں

سنا کر غم درد پچھتا رہا ہوں!
پشیمانیوں کی پشیمانیاں ہیں

ازل سے جو دل کی مقدر بنی تھیں
وہی آجتک شعلہ سامانیاں ہیں

دلوں پر حکومت نگاہوں سے پر دے
جہاں بانیاں ہیں ستم رانیاں ہیں

تجسّس میں شامل تحیر میں پنہاں
نظر سوزیاں ہیں نگہبانیاں ہیں

وہ دشواریاں عشق کی حل ہوں کیونکر
جو دشواریاں ہیں نہ آسانیاں ہیں

محبت کے جلوے نہیں حسن سے کم
انھیں بھی مرے ساتھ حیرانیاں ہیں

ترے جلوۂ جزو و کل کے تصدق
نہ اب حسرتیں ہیں نہ حیرانیاں ہیں

غضب میں پھنسی ہیں مرا ساتھ دیکر
پریشانیوں کی پریشانیاں ہیں

در بتکدہ اور سجدوں پہ سجدے
جگر واہ کیا کفر سامانیاں ہیں

نیاز عاشقی کو ناز کے قابل سمجھتے ہیں
ہم اپنے دل کو اب آپ ہی کا دل سمجھتے ہیں

عدم کی راہ میں رکھا ہی پہلا ہی قدم میں نے
مگر احباب اسکو آخری منزل سمجھتے ہیں

قریب آ کے منزل تک پلٹ جاتے ہیں منزل سے
نہ جانے دل میں کیا آوارۂ منزل سمجھتے ہیں

الٰہی ایک دل ہے تو ہی اس کا فیصلہ کر دے
وہ اپنا دل بتاتے ہیں ہم اپنا دل سمجھتے ہیں

عشق کی بڑھنے تو دو بربادیاں
کام آئے گی یہ صحرا زادیاں

اللہ اللہ اعتبارِ است نظر
اور پھر ان سب کی بے بنیادیں

اس نگاہِ ناز ہی سے پوچھئے
اک اسیرِ شوق کی صیّادیاں

خود نہ تھی اپنی بھی جب تجکو خبر
یاد کر اے عشق وہ آزادیاں

کشورِ دل ہی میں گھٹ کر رہ گئیں
کیسی کیسی نازنیں شہزادیاں

عشق خود کرتا ہے اعلانِ شکست
حُسن کو دیجئے مبارکبادیاں

نظر فروز ہے سامعہ نواز رہے
زہے مجاز کے زینت مجاز رہے

کہاں جمال حقیقت کہ بے مجاز رہے
جو تیرے رُخ پہ نہ حائل حجاب ناز رہے

ہمیں وہ اب ہیں جو کھوئے ہوئے سے پھرتے ہیں
ہمیں وہ تھے کہ تمہارے راز دارِ راز رہے

الٰہی اس دلِ راز آشنا کو کیا کہیئے؟
جو اس طرح سے بھی نا آشنائے راز رہے

نفس کے پردے میں بھی ہے اسی کا عکس جمال
بہت نہ سوز محبت نفس گداز رہے

کھلا یہ راز تری جلوہ گاہ قربت میں
جو تجھ سے دور رہے آشنائے راز رہے

جبین سجدہ میں ایسی کبھی تڑپ تو نہ تھی!
وہ آج خود گر شاملِ نماز رہے

نہ سوازی محفل میں کیا غرض مجھکو
خروشِ نغمہ رہے یا سکوتِ راز رہے

تری امانتِ غم کا تو حق ادا کر دوں ‏— خدا کرے شبِ فرقت ابھی دراز رہے

ترے بغیر تو جینا روا نہیں لیکن ‏— میں کیا کروں ترا غم ہی جاں نواز رہے

جراحتیں دلِ بسمل کی سطح تک پہونچیں ‏— درازدستیِ قاتل ابھی دراز رہے

یہ حکم خاص ہے ساقی کا آج محفل میں

جگہ سا ایک بھی کافر نہ پاکباز رہے

مجھے ہلاکِ فریبِ مجاز رہنے دے ‏— نہ چھیڑ طلاو نگہ امتیاز رہنے دے

یہ جان آج نکلتی ہے جسکے قدموں پر ‏— خدا کرے سرِ دامانِ ناز رہنے دے

میں رازِ عشق کو بیگانۂ جہاں رکھوں ‏— مگر جو مصلحتِ حسن راز رہنے دے

خدا نے دی ہے یہ نعمت تو رکھ اسے بے عیب ‏— غرورِ حسن کو تا حدِّ ناز رہنے دے

یہ مان گیا کہ حقیقت وہی مجاز رہی ‏— مجاز ہے تو پھر اسکو مجاز رہنے دے

یہ جان ایک بلا نوش کی ہے اے ساقی ‏— نہ پھینک دور مئے خانہ ساز رہنے دے

یہ خانقاہ نہیں پی بھی جا ارے زاہد ‏— یہ میکدہ ہے یہاں احتراز رہنے دے

ازل سے حسن تو عاشق نواز ہے لیکن ‏— جو عشق ہی اُسے عاشق نواز رہنے دے

اُسے خدا آئینہ سمجھو وہ اور ہی شے ہے ‏— جسے آئینہ کو خود آئینہ ساز رہنے دے

لُٹا دے دولت کونین اور میرے لئے　　بس اک تبسم عاجز نواز رہنے دے

گذرتی ہے جو دل عشق پہ نہ پوچھ جگر
یہ خاص راز محبت ہے راز رہنے دے

حال بھی ماورائے حال بھی ہے　　عشق حمکن بھی ہے محال بھی ہے
پھر بھی تجھ سے ہزار شکوے ہیں　　جانتا ہوں مرا خیال بھی ہے
کرتے جاتے ہیں صاف عذر کرم　　اور پھر پرسش ملال بھی ہے
دل کے ہر اضطراب نازک میں　　شان رعنائی جمال بھی ہے
ہر ستم ہے کرم کے پردے میں　　اس ستم کی کوئی مثال بھی ہے
رہ گئے محو یک نظر ہو کر　　اب کسے فرصت خیال بھی ہے
دور ہے شانہ منزل دل سے　　وصل بھی ہے یہی وصال بھی ہے
چھلکے جاتے ہیں درد دل بنکر　　اس پہ تاکید ضبط حال بھی ہے
حسن کے ہر جمال میں پنہاں　　میری رعنائی خیال بھی ہے
دل کو برباد کر کے بیٹھا ہوں　　کچھ خوشی بھی ہے کچھ ملال بھی ہے
لاکھ رسوا سہی جگر لیکن　　خوش نظر بھی ہے خوش خیال بھی ہے

یہ میکشی ہے تو پھر شان میکشی کیا ہے
بہک نہ جائے جو پی کر وہ رند ہی کیا ہے

بس ایک سمت اڑا جا رہا ہوں وحشت میں
خبر نہیں کہ خودی کیا ہے بیخودی کیا ہے

یہی ہے مرگ گوارا کروں کہ تلخیٔ زیست
مری خوشی تو سب کچھ تری خوشی کیا ہے

لبوں پہ موج تبسم نگہ میں برق غضب
کوئی بتا دے یہ انداز برہمی کیا ہے

کسے مجال کہ افشائے راز یار کرے
یہ زندگی ہے سمجھ کہ زندگی کیا ہے

ستم کشان محبت سے کوئی پوچھے تو
اُمید پر ہے بھروسہ، اُمید ہی کیا ہے

کہاں کی خانقہ و مسجد و کنشت و بہشت
فقیر ہوں مرے ساقی کے گھر کمی کیا ہے

یہ درس میں نے لیا مکتب محبت سے
کسی طرح جو بہل جائے زندگی کیا ہے

اسی کے واسطے مے بھی ہے میکشی بھی جگر
خبر نہیں جسے مے کیا ہے میکشی کیا ہے

محبت جدھر دیکھو بہار جاودانی ہے
ہجوم رنگ و بو ہے حسن نغمہ ہے جوانی ہے

جنون عشق میں حاصل یہ لطف زندگانی ہے
نظر کو دل سے اور دل کو نظر سے بدگمانی ہے

تمہارے سر کی قسم تجھ سا ہی اک محبوب ثانی ہے
وہی نقشہ وہی انداز، ایسی ہی جوانی ہے

خدایا خیر کرنا نبض بیمار محبت کی
کئی دن سے بہت برہم مزاج ناتوانی ہے

کسی کو آج مجبورِ ترنم کر بھی دے اے دل
بہت مدت ہوئی خاموش سیلانِ ترانی ہے

الٰہی بھیجدے ایسے میں اس جانِ تمنا کو
سکوتِ شب کا سناٹا ہے اور دل کی کہانی ہے

تجھے اے عشق سینے سے لگاؤں دیدۂ دل سے
ترے ہر درد میں پنہاں نشاطِ جاودانی ہے

یہ مانا اور کچھ تیرے سوا کونین میں بھی ہے
یہ مانا جو بھی ہے تیرے سوا اے دوست فانی ہے

نہ کر آلودۂ لفظ و بیاں شرحِ محبت کو
محبت ہی بجائے خود زبانِ بے زبانی ہے

ترے حسنِ حیات افروز کو دیکھا ہے جس دن سے
بہت مجھکو عزیز اس دن سے ہی میری زندگانی ہے

الٰہی شرم تیرے ہاتھ ہے آدابِ محفل کی
وہ نازک طبع مہماں ہے جنوں کی میہمانی ہے

لئے پھرتا ہوں اک تصویرِ حسرت اپنی آنکھوں میں
خدا بخشے دلِ مرحوم کی زندہ نشانی ہے

انھیں آنسو سمجھ کر یوں نہ مٹی میں ملا ظالم
پیامِ دردِ دل ہے اور آنکھوں کی زبانی ہے

ترے جورِ مسلسل کی قسم او پوچھنے والے
جگر کے حال پر تیرا کرم اور مہربانی ہے

کیا برابر کا محبت میں اثر ہوتا ہے
دل ادھر ہوتا ہے ظالم نہ ادھر ہوتا ہے

ہم نے کیا کچھ نہ کیا دیدۂ دل کی خاطر
لوگ کہتے ہیں دعاؤں میں اثر ہوتا ہے

دل تو یوں دل سے ملایا کہ نہ رکھا میرا
اب نظر کے لئے کیا حکم نظر ہوتا ہے

میں گنہگار جنوں میں نے یہ مانا لیکن   کچھ ادھر سے بھی تقاضائے نظر ہوتا ہے

کون دیکھے اُسے بیتاب محبت ہے دل

تو وہ نالے ہی نہ کر جن میں اثر ہوتا ہے

سُنتا ہوں ہر حال میں وہ دل کے قریں ہے   جس حال میں ہوں اب مجھے افسوس نہیں ہے

زاہد مگر اس رمز سے آگاہ نہیں ہے   سجدہ وہی سجدہ ہے کہ جو ننگ جبیں ہے

جس دل میں تری یاد تو صدر نشیں ہے   وہ دل بھی حسین اسکی محبت بھی حسین ہے

وہ آئے ہیں اے دل ترے کہنے کا یقیں ہے   لیکن میں کروں کیا مجھے فرصت ہی نہیں ہے

ہر ایک مکاں میں کوئی اسطرح مکیں ہے   پوچھو تو کہیں بھی نہیں دیکھو تو یہیں ہے

نزدیک ہو یا دور جہاں تم ہو وہیں ہے   عاشق وہی عاشق ہے جو مجبور نہیں ہے

یہ دل ہی ترا دل تجھے کیا تاب نصرت   تو دیکھ لے جو چیز جہاں پر تھی وہیں ہے

میری ہی طرح وہ بھی نہ ہو ہجر میں بیتاب   ہر سانس کے ساتھ آج اک آواز جبیں ہے

اسی طرح نہ ہوگا کوئی عاشق بھی تو پابند   آواز جہاں دو اسے وہ شوخ وہیں ہے

تجھ سے کوئی پوچھے ترے ملنے کی ادائیں   دنیا تو یہ کہتی ہے ممکن ہی نہیں ہے

کیا ذوق ہی کیا شوق ہی کیا ربط ہی کیا ضبط
سجدہ ہی جبیں ہیں کبھی سجدہ میں جبیں ہے

ہر لحظہ نیا جلوہ نئی آن نئی شان
میری نگہِ شوق بھی کیا شوخ جبیں ہے

میں بے اثر جذب محبت سہی لیکن
کیا کم ہے وہ میرے لئے بیتاب نہیں ہے

میں اور ترے ہجر جفا کار کے صدقے
اس بات پہ جیتا ہوں کہ مرنیکا یقیں ہے

معلوم ہیں اس سحر نگاہی کے کرشمے
دنیا مرے نزدیک جو ہے وہ بھی نہیں ہے

اس بزم حقیقت کی حقیقت میں کہوں کیا
نغموں کا تلاطم تو ہے آواز نہیں ہے

کس کس سے ترے عشق میں دامن کو چھڑاؤں
کونین ہے اور ایک مری جان حزیں ہے

ہر اک سے بیگانہ بن رہے ہیں کسی کے جانب نظر نہیں ہے
خبر وہ رکھتے ہیں اس طرح سے کہ جیسے کوئی خبر نہیں ہے

فراق بھی ہے وصال بھی ہے، ہر ایک لحظہ ہر ایک ساعت
فراق کیا ہے؟ وصال کیا ہے جو کوئی پوچھے خبر نہیں ہے

تجھے نہیں مجھ سے ربط اصلا، یہ میں نے مانا، مگر یہ بتلا
مرے تصور میں کیوں ہے ایسا؟ تری توجہ اگر نہیں ہے

مری یہ ہستی، مری یہ طاقت، کہ تیر دوزِ عشق رو کوں
مری طرف سے یہ کون ہے پھر، جو خود وہ سینہ سپر نہیں ہے
شباب میکش، جمال میکش، خیال میکش، نگاہ میکش
خبر وہ رکھیں گے کیا کسی کی، انھیں خود اپنی خبر نہیں ہے

شوخ گستاخ کا چہرے پہ اثر دیکھ نہ لے — ڈر رہا ہوں کہ وہ سفاک ادھر دیکھ نہ لے
اب تو خلوت میں بھی اٹھتی نہیں چہرے سے نقاب — ڈر یہ ہے کوئی پسِ پردۂ در دیکھ نہ لے
عاشقوں کی نگہ شوق کہیں تھکتی ہے — دیکھتے ہی رہیں اسکو وہ اگر دیکھ نہ لے
اب نظر خاک اٹھے عزم نظر کے ہمراہ — دل دھڑکتا ہے کہ وہ شوخ ادھر دیکھ نہ لے
میں تو اس چھپنے کے صدقے کہ یہ اب ضد ہے انھیں
حسن کو عشق کی صورت میں جگر دیکھ تو لے

وہ کافر آشنا ناآشنا یوں بھی ہے اور یوں بھی!!
ہماری ابتدا تا انتہا، یوں بھی ہے اور یوں بھی
کہ حسن و عشق کا ہر مشغلا، یوں بھی اور یوں بھی

کہیں ذرہ، کہیں صحرا، کہیں قطرہ، کہیں دریا
محبت اور اس کا سلسلہ، یوں بھی ہے اور یوں بھی

وہ مجھ سے پوچھتے ہیں ایک مقصد میری ہستی کا
بتاؤں کیا کہ میرا مدعا، یوں بھی ہے اور یوں بھی

ہم اُن سے کیا کہیں، وہ جانے اُن کی مصلحت جانے
ہمارا حال دل تو بر ملا، یوں بھی ہے اور یوں بھی

نہ پالینا ترا آساں، نہ کھو دینا ترا ممکن
مصیبت میں یہ جان مبتلا، یوں بھی ہے اور یوں بھی

لگا دے آگ، اور برق تجلّی دیکھتی کیا ہے
نگاہِ شوق، ظالم، نارسا، یوں بھی ہے اور یوں بھی

الٰہی کس طرح عقل جنوں کو ایک جا کر لوں
کہ منشائے نگاہِ عشوہ زا یوں بھی ہے اور یوں بھی

مجازی سے جگر کہدو، ارے او عقل کے دشمن
مقر ہو یا کوئی منکر: خدا یوں بھی ہے اور یوں بھی

دیکھ لے تو بھی کہ اب خبر نہیں جانوں کی
آج ہولی ہے ترے سوختہ سامانوں کی

چاہتے ہیں نہ رہے حدِ تعین کوئی
ہائے معصوم ضدیں عشق کے دیوانوں کی

بزم ساقی میں ذرا دیکھ تو چل کر زاہد
کیا بہاریں ہیں چھلکتے ہوئے پیمانوں کی

تیری نظروں کے تصدق تری آنکھوں کے نثار
انھیں پیمانوں سے ساقی انھیں میخانوں کی

ابھی تکمیل کو پہونچی نہیں تعمیر جنوں
ابھی چلتی رہے پیمانوں سے پیمانوں کی

سب جسے کہتے ہیں ارمانوں کا پورا ہونا
میرے نزدیک یہی موت ہے ارمانوں کی

ہر طرف چھا گئے پیغام محبت بن کر
مجھ سے اچھی رہی قسمت مرے ارمانوں کی

اک لفظ محبت کا ادنیٰ سا فسانہ ہے
سمٹے تو دل عاشق پھیلے تو زمانہ ہے

یہ کس کا تصور ہے، یہ کس کا فسانہ ہے
جو اشک ہے آنکھوں میں تسبیح کا دانا ہے

دل سنگ ملامت کا ہر چند نشانہ ہے
دل پھر بھی مرا دل ہے دل ہے تو زمانہ ہے

ہم عشق کے ماروں کا اتنا ہی فسانا ہے
رونے کو نہیں کوئی ہنسنے کو زمانا ہے

وہ اور وفا دشمن مانیں گے نہ مانا ہے
سب دل کی شرارت ہے آنکھوں کا بہانا ہے

ساغر ہوں میں شاعر ہوں میرا ہی زمانا ہے
فطرت مرا آئینہ، قدرت مرا شانا ہے

جو اُن پہ گزرتی ہے کس نے اُسے جانا ہے
اپنی ہی مصیبت ہے اپنا ہی فسانا ہے

کیا حسن نے سمجھا ہے کیا عشق نے جانا ہے — ہم خاک نشینوں کی ٹھوکر میں زمانہ ہے

آغاز محبت ہے، آنا ہے نہ جانا ہے — اشکوں کی حکومت ہے آہوں کا زمانہ ہے

آنکھوں میں نمی سی ہے چپ چپ سے وہ بیٹھے ہیں — نازک سی نگاہوں میں نازک سا فسانہ ہے

ہم دردبدل نالاں وہ دست بدل حیراں — اے عشق تو کیا ظالم، تیرا ہی زمانہ ہے

یا وہ تھے خفا ہم سے یا ہم ہیں خفا اُن سے — کل اُنکا زمانہ تھا، آج اپنا زمانہ ہے

اے عشق جنوں پیشہ، ہاں عشق جنوں پیشہ — آج ایک ستمگر کو ہنس ہنس کے رُلانا ہے

تھوڑی سی اجازت بھی اے بزم گہ ہستی — آنکلے ہیں، دم بھر کو رونا ہے رُلانا ہے

یہ عشق نہیں آساں اتنا ہی سمجھ لیجئے — اک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے جانا ہے

خود حسن و شباب اُنکا کیا کم ہے رقیب اپنا — جب دیکھئے اب وہ ہیں آئینہ ہے شانہ ہے

ہم عشق مجسم ہیں لب تشنہ و مستسقی — دریا سے طلب کیسی دریا کو رُلانا ہے

تصویر کے دو رُخ ہیں جاں اور غم جاناں — اک نقش چھپانا ہے اک نقش دکھانا ہے

یہ حسن و جمال اُنکا یہ عشق و شباب اپنا — جینے کی تمنا ہے، مرنے کا زمانہ ہے

مجکو تو اسی دُھن میں، ہر لحظہ بسر کرنا — اب آئے وہ اب آئے لازم انھیں آنا ہے

خودداری و محرومی، محرومی و خودداری — اب دل کو خدا رکھے اب دل کا زمانہ ہے

اشکوں کے تبسم میں آہوں کے ترنم میں — معصوم محبت کا معصوم فسانہ ہے

آنسو تو بہت سے ہیں آنکھوں میں جگرؔ لیکن
بندھ جائے سو موتی ہے رہ جائے تو دانہ ہے

دل میں تم ہو، نزع کا ہنگام ہے　　کچھ سحر کا وقت ہے کچھ شام ہے
عشق ہی خود عشق کا انعام ہے　　واہ کیا آغاز کیا انجام ہے
حسن ہے، نغمہ ہے، مئے ہے، جام ہے　　اب کہاں اے گردشِ ایام ہے
کیا اسی کو کہتے ہیں آئینِ حسن　　جو تمہارا ہو گیا ناکام ہے
پینے والے ایک ہی دو ہوں تو ہوں!　　مفت سارا میکدہ بدنام ہے
درد و غم دل کی طبیعت بن چکے　　اب یہاں آرام ہی آرام ہے
عشق کے ہاتھوں تری سرکار سے　　مل گیا جو کچھ وہی انعام ہے
پی رہا ہوں آنکھوں آنکھوں میں شراب　　اب نہ شیشہ ہے نہ کوئی جام ہے
دیکھ لینا عشق کی بھی نخوتیں!　　حسن کی برہم مزاجی عام ہے
وہ سراپا ناز ان سے کیا گلہ　　تجھ سے شکوہ گردشِ ایّام ہے
ہوشیار اے شکوہ سنجِ زندگی　　زندگی انعام ہی انعام ہے
ہوشیار اے کامیابِ زندگی　　زندگی ناکامیوں کا نام ہے

حسن سے ہیں عشق کی رسوائیاں
بادہ جب تک ہے فروغ جام ہے

کیجئے کیا اور شرح زندگی!!
کچھ سحر، کچھ دوپہر، کچھ شام ہے

ایک بوسہ اس لب جاں بخش کا
عمر بھر کے واسطے انعام ہے

کیا حبؔ گر سے آپ بھی واقف نہیں
ایک ہی تو رند سے آشام ہے

پھر وہ ہم سے خفا ہے، کیا کہئے
زندگی بیحیا ہے کیا کہئے

دل بھلا، یا برا ہے، کیا کہئے
آپکا نقش پا ہے کیا کہئے

چاندنی ہے، ہوا ہے، کیا کہئے
مفلسی کیا بلا ہے، کیا کہئے

بندگی جسکی ہے فقط رونا
وہ ہمارا خدا ہے، کیا کہئے

انتہا کے ہیں عشق میں صدمے
اور ابھی ابتدا ہے، کیا کہئے

شوق بے انتہا کے پردے ہیں
کون ہنگامہ زا ہے، کیا کہئے

حسن جتنا ہی جنگ جو ظالم
عشق اس سے سوا ہی، کیا کہئے

دل میں پنہاں ہے اک لطیف خلش
صورت التجا ہے، کیا کہئے

پھر سر حشر ہیں وہی جلوے
پھر وہی سامنا ہے، کیا کہئے

کبھی پابند ہے کبھی آزاد — عشق کا دل بھی کیا ہے کیا کہیے

پردہ رکھ لیتے ہم زمانے سے — آنکھ پہچانتی ہے، کیا کہیے

پوچھتے ہیں مزاج دل ہم سے — ایک ہی خود نما ہے، کیا کہیے

شورش بیخودیٔ شوق نہ پوچھ — کس طرف کی ہوا ہے، کیا کہیے

عشق تو عشق، حسن سے بیزار — دل کو کیا ہو گیا ہے، کیا کہیے

شوق سر تا قدم نگاہ و زباں — وہ مجسم حیا ہے، کیا کہیے

آج حال دل تباہ جگر

ہم نے کیونکر سنا ہے، کیا کہیے

جب تو مہرباں ہے پیارے — اور دل بدگماں ہے پیارے

اسکی باتوں میں تو نہ آجانا — عشق جادو بیاں ہے پیارے

تو کہاں یہ غریب خانہ کہاں — وہم ہے، یا گمان ہے پیارے

صدقے تیری نوازشوں کے مگر — سخت تر امتحان ہے پیارے

ان دنوں دل کے رنگ ڈھنگ نہ پوچھ — کچھ عجب آن بان ہے پیارے

سچ بتا اس میں کوئی بات بھی ہے — یا یوں ہی مہرباں ہے پیارے

دل بہت ناتواں ہے پیارے   وہ بھی ہلکی سی اک نگاہ کرم

تیرا دیوانۂ غریب جگرؔ!!

فخرِ ہندوستان ہے پیارے

پسینہ موت کا بنکر نہ کیوں لہو آئے   ارے غضب کہ یونہی یا برہنہ تو آئے

کرے نہ کام جو بلبل کا نالۂ خونیں   نہ غنچے نیند سے چونکیں نہ رنگ بو آئے

دیا ہے عشق نے جو مرتبہ بحمد اللہ

کہ آنکھ تک نہ اٹھاؤں اگرچہ تو آئے

دیدۂ یار بھی پرنم ہے خدا خیر کرے   آج کچھ اور ہی عالم ہے خدا خیر کرے

حشر میں حشر کا عالم ہے خدا خیر کرے   چشمک خلد جہنم ہی خدا خیر کرے

اس طرف غیرت خورشید جمال اور ادھر   زعم خودداری شبنم ہے خدا خیر کرے

دل ہی پہلو ہیں کہ مچلا ہی چلا جاتا ہے   اور وہ خود سے بھی برہم ہی خدا خیر کرے

راز بیتابی کچھ دل نہیں کھلتا لیکن   کل سی درد آج بہت کم ہی خدا خیر کرے

حسن ہر گام پہ ہے سایہ فگن، دام فگن   عشق آزاد دو عالم ہے خدا خیر کرے

نگاہِ شوق جگر وقفِ چار سو کیا ہے ۔۔۔ جو دل حسیں ہو تو دنیائے رنگ و بو کیا ہے

خبر نہیں مجھے میں کیا ہوں آرزو کیا ہے ۔۔۔ کسی نے جب سے سمجھا دیا کہ "تو" کیا ہے

جو دل میں ڈوب نہ جائے وہ آرزو کیا ہے ۔۔۔ جو چھانہ جائے وہ پیغام آرزو کیا ہے

یہ چپکے چپکے دل و جاں سے گفتگو کیا ہے ۔۔۔ نہ چھیڑ چھاڑ، یہ انداز آرزو کیا ہے

یہی خبر نہیں اے ہوائے عشق محرومی
کہ آرزو کسے کہتے ہیں جستجو کیا ہے

حسن کے احترام نے مارا ۔۔۔ عشق و بے ننگ و نام نے مارا

وعدۂ ناتمام نے مارا ۔۔۔ روز کی صبح و شام نے مارا

لرزشِ دستِ شوق آہ نہ پوچھ ۔۔۔ لغزشِ نیم دو گام نے مارا

عشق کی سادگی تو ایک طرف ۔۔۔ شوق کے اہتمام نے مارا

اللہ اللہ نفس کی آمد و شد ۔۔۔ اس پیام و سلام نے مارا

عشق مرتا نہ اپنی موت سے آہ ۔۔۔ عاشقانِ کرام نے مارا

کاش وہ عمرِ خضر بن جاتے ۔۔۔ جن خیالاتِ خام نے مارا

ہیں نہیں بسمل خیام جگر ۔۔۔ حافظِ خوش کلام نے مارا

اے وہ کہ تجھ سے گلستانِ آرزو
بھر دے گلِ مراد سے دامانِ آرزو

اللہ رے فیضِ جلوۂ تابانِ آرزو
صبحِ ازل ہے شامِ غریبانِ آرزو

نکلی تڑپ کے آنکھوں سے اک موج بیقرار
اب آرزو کہو اسے یا جانِ آرزو

قطرے تمام خونِ شہیداں کے بن گئے
نقش و نگارِ پردۂ ایوانِ آرزو

جنبش میں ہیں تمام حروفِ خطِ نیاز
اللہ رے فیضِ شوخیِ عنوانِ آرزو

سب کچھ ہوا مگر نہ کھلا آج تک یہ راز
تم جانِ آرزو ہو؟ کہ جانِ آرزو

ہاں اسطرف بھی اک نگہ نیشتر نواز
کب سے تڑپ رہی ہے رگِ جانِ آرزو



بے نقاب آج تو یوں جلوۂ جاناں ہو جائے
جو جہاں پر ہو وہیں بیخود و حیراں ہو جائے

واقفِ سرِّ حقیقت، اگر انساں ہو جائے
غم سے نزدیک ہے راحت سے گریزاں ہو جائے

اسکی اک موجِ تبسم جو نمایاں ہو جائے
دل کا ہر ذرہ بے کیف خمستاں ہو جائے

ایک ذرہ کا اگر حسن نمایاں ہو جائے
جان خود جسم ہے جسم اگر جاں ہو جائے

کفر ہی کا اگر انسان کو عرفاں ہو جائے
جسجگہ ٹیک دے سر کعبۂ ایماں ہو جائے

تم سنا دو کسی پردے سے جو اپنی آواز
روح خوابیدہ ابھی جسم رقصاں ہو جائے

دل ہی گنجینۂ اسرار نگاہیں محدود　　کاش اس گل کا ہر اک تہ و پریشاں ہو جائے

ہستیٔ عشق کا افسانہ اگر چھیڑ دوں میں　　کفر کی شرح میں گم شیخ کا ایماں ہو جائے

عرش تک جا نہیں سکتی جو رسائی نہ سہی　　یہ ہی انساں کی ہے معراج کہ انساں ہو جائے

اس سے بڑھ کر کوئی دل سوز بھی دنیا میں نہیں　　نفس چالاک اگر تابعِ فرماں ہو جائے

یوں بڑھے پائے طلب حسن قدم کی جانب　　ایک ہی جست میں طے عالمِ امکاں ہو جائے

عام ہے بیعتِ ساقی درِ میخانہ ہے باز　　آج ہونا ہو جسے آ کے مسلماں ہو جائے

اللہ اللہ یہ عرفانِ جنوں کی تاثیر　　آج جس خار سے کہہ دوں وہ گلستاں ہو جائے

خام سمجھو طلبِ شوق کا اعجاز جگر
ہر نفس عشق میں جب تک نہ رگِ جاں ہو جائے

دل کو کسی کا تابعِ فرمان بنائیے　　دشواریٔ حیات کو آساں بنائیے

درماں کو درد، درد کو درمان بنائیے　　جس طرح چاہیے مجھے انساں بنائیے

پھر دل کو محوِ جلوۂ جاناں بنائیے　　پھر شامِ غم کو صبحِ گلستاں بنائیے

پھر کیجیے اسی رخِ تاباں سے کسبِ نور　　پھر داغِ دل کو شمعِ شبستاں بنائیے

پھر لکھیے خطِ شوق میں بیتابیٔ فراق　　پھر خونِ دل کو زینتِ عنواں بنلیے

پھر پیکرِ حیات میں بھریئے قبا کا رنگ
پھر جان و دل شعلہ بداماں بنائیے

ملتا ئے حسن دوست ہی نکلیں نہ حسرتیں
سینہ تمام گنج شہیداں بنائیے

آباد اگر نہ دل ہو تو برباد کیجئے
گلشن نہ بن سکے تو گلستاں بنائیے

ایک اک لہو کی بوند میں بھر دیجئے دردِ عشق
جتنی رگیں ہیں سب کو رگ جاں بنائیے

دل کو اسی نگاہ کے کر دیجئے سپرد
گلشن بنائیے نہ گلستاں بنائیے

اُن کی طرف سے دل پہ جو پڑ جائیں مشکلیں
اپنی طرف سے اُن کو نہ آساں بنائیے

برق جمالِ یار یہ کہتی ہے اے جگر
کون اہل ہوش ہے کسے حیراں بنائیے

فطرت نے محبت کی اس طرح بنا ڈالی
جو قید نظر آئی اک بار اُٹھا ڈالی

ہر ذرے کے پیکر میں اک روح خفا ڈالی
اپنی سی ہی کل دنیا عاشق نے بنا ڈالی

اس جلوۂ رنگیں کی دیکھے تو کوئی شوخی
بتخانے کے پردے میں کعبہ کی بنا ڈالی

برباد ستم ہو کر پامال کرم بن کر
ہم نے بھی نقاب اپنے چہرے سے اُٹھا ڈالی

ہستی جسے کہتے ہیں اک سادہ حقیقت تھی
رنگین نگاہوں نے رنگین بنا ڈالی

ایک مئے بے نام جو اس دل کے پیمانے میں ہے
وہ کسی شیشے میں ہے ساقی نہ پیمانے میں ہے

پوچھنا کیا کتنی وسعت میرے پیمانے میں ہے
سب اُلٹ دے ساقیا جتنی بھی میخانے میں ہے

یوں تو ساقی ہر طرح کی تیرے میخانے میں ہے
وہ بھی تھوڑی سی جو ان آنکھوں کے پیمانے میں ہے

ایک ایسا راز بھی دل کے نہاں خانے میں ہے
لطف جس کا کچھ سمجھنے میں نہ سمجھانے میں ہے

یاد ایامے کہ جب تھا ہر نفس اک زندگی
زندگی اب ہر نفس کے ساتھ مر جانے میں ہے

ایک کیفِ نا تمام درد کی لذت ہی کیا
درد کی لذت سراپا درد بن جانے میں ہے

فرق کر دے تجھ کو زاہد تیری دنیا کو خراب
کم سے کم اتنی تو ہر میکش کے پیمانے میں ہے

پھر نقاب اُس نے اُلٹ کر روحِ تازہ پھونک دی
اب کعبہ میں ہے سناٹا نہ بتخانے میں ہے

منتشر کر دے اسے بھی حسنِ بے پایاں کے ساتھ
زندگی شیرازۂ دل کے بکھر جانے میں ہے

پی بھی جا زاہد خدا کا نام لیکر پی بھی جا
بادۂ کوثر کی بھی اک موج پیمانے میں ہے

شیشہ مست، بادہ مست، حسن مست و عشق مست
آج پینے کا مزہ پی کر بہک جانے میں ہے

بے تحاشا پی رہے ہیں کب سے رندانِ الست
آج بھی اتنی ہی مے ہر دل کے پیمانے میں ہے

حسن کی اک اک ادا پر جان و دل صدقے مگر
لطف کچھ دامن بچا کر ہی گزر جانے میں ہے

ذرّہ ذرّہ دیدۂ دل ہے، گوشہ گوشہ بستی ہے

عشق ہے جبتک سلسلہ جنباں دل کی ہستی ہستی ہے

جینے تک ہیں ہوش کے جلوے، آگے ہوش کی مستی ہے

موت سے ڈرنا کیا معنی، موت بھی جزو ہستی ہے

معنی صورت، صورت معنی، فکر نظر کے دھوکے میں

فکر نظر تک رہ جانا، فکر نظر کی پستی ہے

چشمک حسن و عشق مبارک، دیدۂ و دل ہیں خرم شاد

حشر تلک اب بخشے سلامت، کسکی کہاں تک پستی ہے

لازم ہے کچھ تو خاطر دلدار کے لئے
دنیا سمیٹ لوں نگہ یار کے لئے

بیہوش کے لئے ہیں نہ ہشیار کے لئے
جلوے ہیں خاص چشم گہربار کے لئے

ہم سے نہ پوچھ شورش درماندگی کا راز
جیتے ہیں اک نگاہ طرفدار کے لئے

ان کی حریم خاص ہیں جلوؤں کا ذکر کیا
وہ خود ہیں اپنے طالب دیدار کے لئے

دل تک خیام عمر بھی لانا روا نہیں
مخصوص ہے یہ جام لب یار کے لئے

آساں نہیں معاملۂ جلوۂ نظر
چشم کلیم چاہئے دیدار کے لئے

جو جہنم میں بھی فردوس بداماں ہوں گے
دیکھ لینا، وہ ہمیں سوختہ ساماں ہوں گے

ایک دم پردہ کشاکش سے پریشاں ہوں گے
خود کو جتنا وہ چھپائیں گے نمایاں ہوں گے

نہیں معلوم وہ کس وضع کے انساں ہوں گے
جن پہ تیرے ستمِ خاص کے احساں ہوں گے

وہ جدھر ناز سے بے پردہ خراماں ہوں گے
ذرّے سب جام کفِ مست و غزلخواں ہوں گے

جمع سب حُسن کے اجزائے پریشاں ہوں گے
ہم تو ہم بُت بھی کسی روز مسلماں ہوں گے

میری حیرت کی قسم آپ اٹھائیں تو نقاب
میرے ذمہ ہے کہ جلوے نہ پریشاں ہوں گے

میں چھپاتا ترے اسرارِ محبت ظالم
کیا خبر تھی مری رگ رگ سے نمایاں ہوں گے

حسن تک دیکھ لیں سب حُسن کے جلووں کی بہار
مجھ تک آئے تو مرا حال پریشاں ہوں گے

نغمہ بربطِ غم کیف اثر سورشِ حال
انھیں پردوں سے کسی دن وہ نمایاں ہوں گے

لطف آزادیِ زندانِ بلا کیا کہئے؟
اب جو چھوٹے تو اسیرِ غم زنداں ہوں گے

تجھکو گلشن کی قسم چھیڑ نہ اے بادِ سحر
کھل گئیں غنچوں کی آنکھیں تو پریشاں ہوں گے

حسن بے قید سہی عشق بھی مجبور نہیں
تجھکو پائیں گے جہاں تک وہ نمایاں ہوں گے

شعلہ سامانیِ غم پر نہ کرو ناز جگر
تم سے کتنے ہی جگر شعلہ بداماں ہوں گے

فاش اہلِ بزم پر کل رازِ پنہاں کر دیا
آئیں وہ جبتک ہمیں نے سب کو حیراں کر دیا

حسن کے جلوؤں کو رگ رگ میں خراماں کر دیا
دل کی اک جنبش نے کیا کار نمایاں کر دیا

جان و دل صدقے تصدق جان و ایماں کر دیا
ہم نے جو کچھ تھا نثار روئے جاناں کر دیا

ہائے یہ کیا قہر تو نے چشم گریاں کر دیا
اور بھی کچھ آتشِ دل کو فروزاں کر دیا

بن رہی تھیں میرے اُنکے درمیاں کیا کیا حجاب
موت نے سب مشکلوں کو آخر آساں کر دیا

حسن نے تا شام ہنسکر جو بنایا تھا چمن
عشق نے تا صبح رو کر شبنمستاں کر دیا

زخمۂ حسن تبسم کی فسوں کاری نہ پوچھ
ہر نگاہ شوق کو تار رگ جاں کر دیا

لیچلا تھا سوئے صحرا کھینچکر جوش جنوں
پاس ناموس وفا نے پا بہ زنداں کر دیا

اب اسی دست جنوں پر آستیں ہے خندہ زن
دھجیوں کو بار ہا جس نے گریباں کر دیا

عشق نے لذت جو دی تھی آہ تو نے عندلیب
اسکو بھی صرف نوا ہائے پریشاں کر دیا

بیخودی حد سے زیادہ بڑھ چلی جب عشق میں
بیکسی کو پردہ دار راز پنہاں کر دیا

عشق میں دردِ زلیخا بھر دیا کونین میں
حسن نے ساری فضا کو یوسفستاں کر دیا

شمع جب فانوس میں تھی آنکھ تھی محو جمال
جب ہوئی عریاں نگاہوں کو پریشاں کر دیا

بتکدے کو وہ میسر ہے، نہ کعبہ کو نصیب
اس نے ہر جلوے کو وقف سینہ چاکاں کر دیا

لب پہ نالاں ہے کہیں اور فریاد ہے آج
کچھ عجب طرح سے بیچین تری یاد ہے آج

کیا قیامت نگہ یاس کی بیداد ہے آج
کہ نشیمن بھی مجھے خانۂ صیاد ہے آج

بر سرِ رحم وہ شوخ ستم ایجاد ہے آج
نالہ بھی نالہ ہے فریاد بھی فریاد ہے آج

حسرتِ قید بھی اب دل سے نکل جائیگی
مژدہ اے شوق کہ خالی کفِ صیاد ہے آج

ایک اک حرفِ غمِ دل کا سنانا ہے انھیں
کل اگر بھول نہ جاؤں جو مجھے یاد ہے آج

عرش سے ہو کے جو مایوس دعائیں آئیں
میں یہ سمجھا کہ مرے گھر میں بلائیں آئیں

میں نے جب شرم سے محشر میں جھکالی گردن
بخشوانے کو مجھے میری خطائیں آئیں

کیجئے اور کوئی ظلم اگر ضد ہے یہی
لیجئے اور مرے لب پہ دعائیں آئیں

مدتوں یاد دلایا گیا افسانۂ غم
دل اگر خاک ہوا دل کی صدائیں آئیں

کسی بیکس کا پڑا صبر کسی پر شاید
آج اس سمت سے ناساز ہوائیں آئیں

اُف نہ پوچھ شبِ غم شام سے لیکر تا صبح
کیا بھیانک مرے کانوں میں صدائیں آئیں

میں نے جب مرحلۂ عشق کیا ختم جگر
مرحبا کی مرے کانوں میں صدائیں آئیں

دلِ حزیں کی تمنا دلِ حزیں میں رہی
یہ جنسِ زمیں کی تھی دنیا اسی زمیں میں رہی

حجاب بن گئی ہوں حقیقتیں باہم
کہ بے سبب تو کشاکش نہ کفر و دیں میں رہی

سرِ نیاز نہ جب تک کسی کے در پہ جھکا
برابر ایک خلش سی مری جبیں میں رہی

ہوس نے بھر دیئے اس درجہ خواہشات کے بت
ذرا سی بھی نہ جگہ کعبۂ یقیں میں رہی

بقیدِ ظرف مئے بندگی کا جوش رہا
کسی جبیں سے نہ ٹپکی کسی جبیں میں رہی

عدم میں بھی مری ہستی کی تھی یہ شانِ وجود
کہ راز بن کے دلِ صورت حزیں میں رہی

نگاہِ حضرت اصغر کی ہر ودیعتِ خاص
قرار بن کے جگر کے دلِ حزیں میں رہی

ساقی ہے شراب ہے سبو ہے
اول وہ بڑھے جو باوضو ہے

مقصود وہ اک مقام ہو ہے
میں ہوں نہ جہاں، نہ یار تو ہے

اپنے کو میں آپ پوجتا ہوں
آئینۂ حسن روبرو تو ہے

کوئی نہ یہاں عدم نہ ہستی
اول آخر، جو کچھ ہے تو ہے

وہ میری طرف بڑھا دیں گلچیں
جن پھولوں میں نہ رنگ ہے نہ بو ہے

آنکھوں کا تھا قصور نہ دل کا قصور تھا | آیا جو میرے سامنے میرا غرور تھا

تاریک مثلِ آہ، جو آنکھوں کا نور تھا | کیا صبح ہی سے شامِ بلا کا ظہور تھا

وہ تھے نہ مجھ سے دور نہ میں اُن سے دور تھا | آتا نہ تھا نظر تو نظر کا قصور تھا

ہر وقت ایک خمار تھا ہر دم سرور تھا | بوتل بغل میں تھی کہ دلِ ناصبور تھا

کوئی تو دردمند دلِ ناصبور تھا | مانا کہ تم نہ تھے، کوئی تم سا ضرور تھا

لگتے ہی ٹھیس ٹوٹ گیا سازِ آرزو | ملتے ہی آنکھ شیشۂ دل چور چور تھا

ایسا کہاں بہار میں رنگینیوں کا جوش | شامل کسی کا خونِ تمنا ضرور تھا

ساقی کی چشمِ مست کا کیا کیجیے بیاں | اتنا سرور تھا کہ مجھے بھی سرور تھا

پلٹی جو راستے سے اے آہ نامراد | یہ تو بتا کہ بابِ اثر کتنی دور تھا

جس دل سے تم نے لطف سے اپنا لیا | اس دل میں اک چھپا ہوا نشتر ضرور تھا

اس چشمِ مے فروش سے کوئی نہ بچ سکا | سب کو بقدرِ حوصلۂ دل سرور تھا

دیکھا تھا کل جگرؔ کو سرِ راہِ میکدہ
اس درجہ پی گیا تھا کہ نشہ میں چور تھا

رگ رگ میں دل تھا دل میں نہاں سوز و ساز تھا | وہ دل بھی کیا تھے جب میں سراپا گداز تھا

وہ تھے، بہار تھی، دل حسرت طراز تھا
پیہم اُدھر سے ناز، ادھر سے نیاز تھا
تاثیر جذب عشق کو لیلے سے پوچھئے
جذبہ خاک عشق کا تھا دل گداز تھا
پہلے جو ختم ہو گئی یہ داستانِ غم
تو میں کہوں گا عرصۂ محشر دراز تھا
کیا کہدیا کسی نے کہ ملتے ہی چشم شوق
دونوں طرف سے دست تمنا دراز تھا
وہ ناز آفریں تھے انھیں اس پہ ناز تھا
میں تھا نیاز مند مجھے اس پہ ناز تھا

صبر کے ساتھ مرا دل بھی لئے جائیں آپ
اس قدر رحم مرے حال پہ فرمائیں آپ
دیکھئے میری تمناؤں کا احساس رہے
باغ فردوس میں تنہا نہ چلے جائیں آپ
میری رگ رگ میں سما کر بھی یہ پردہ مجھ سے
ظلم ہے ظلم، جو آئینے سے شرمائیں آپ
کر دیا درد محبت نے مرا کام تمام
اب کسی طرح کی تکلیف نہ فرمائیں آپ
نالے کرتے ہوئے رہ رہ کے یہ آتا ہی خیال
کہ مری طرح نہ دل تھام کے رہ جائیں آپ

ندرت پسند جتنے عشاق خوش نظر ہیں
سینے تمام ویران آنکھیں تمام تر ہیں
رنگینیٔ الم میں دیکھا ہے جن کو اکثر
اے دل وہی تو جلوے سرمایۂ نظر ہیں

آساں نہیں گزرنا صحرائے بیخودی سے
ہشیار اہل تمکیں رستے یہ پر خطر ہیں

اپنا نشاں بتائیں کیا رہروانِ غربت
برباد جستجو ہیں پامال رہگزر ہیں

درماندگی کے نالے بیچارگی کی آہیں
وہ شام کی ہیں رونق یہ زینت سحر ہیں

کیوں آسماں سے ملکر اپنا وقار کھوئیں
کیا کم ہے یہ کہ تیری ہم خاک رہگزر ہیں

بزم مشاعرہ ہے یا گلشن تخیل
بلبل چہک رہا ہے یا حضرت جگر ہیں

آدمی نشۂ غفلت میں بھلا دیتا ہے
ورنہ جو سانس ہے تعلیم فنا دیتا ہے

تجھ سے میں دور کسی وقت نہیں ہوں غافل
دل میں بیٹھا ہوا کوئی یہ صدا دیتا ہے

پھر شرابی تری آنکھوں کے نہ چونکے تا حشر
کوئی اس طرح مئے ہوش ربا دیتا ہے

جھلملاتے ہوئے تاروں کا یہ اللہ رے فیض
سامنے سے کوئی پردہ سا ہٹا دیتا ہے

تجھ سے وحشی ترے غافل نہیں رہنے پاتے
ورنہ اگر کوئی زنجیر ہلا دیتا ہے

ہائے کیا چیز گل داغ محبت ہے جگر
خشک ہونے پہ بھی جو بوئے وفا دیتا ہے

ضبطِ غم کا متحمل دلِ مہجور نہیں
اب یہ جی سے بھی گزر جائے تو کچھ دور نہیں

طلبِ خلد نہیں آرزوئے حور نہیں
تم جو مل جاؤ تو پھر کچھ بھی مجھے منظور نہیں

اللہ اللہ ری رنگِ حقیقت کی بہار
کون سا خون کا قطرہ ہے جو منصور نہیں

سخت مشکل سے پڑا آج گریباں پہ ہاتھ
میں سمجھتا تھا کہ یہ فاصلہ کچھ دور نہیں

دل کے بہتے ہوئے جاتے ہو کہاں اے موسیٰ
اس میں کچھ جلوے ہیں ایسے کہ سرِ طور نہیں

نہ چھیڑ ان کے تصور میں اے بہار مجھے
کہ بوئے گل بھی ہے اس وقت ناگوار مجھے

تڑپ کے روح نکل جائیگی ابھی صیاد
سنا قفس میں نہ کیفیتِ بہار مجھے

نگاہِ یاس ذرا تو ہی کام کر اپنا
کہاں وہ چھوڑ کے جاتے ہیں بیقرار مجھے

کسی کا وعدۂ دیدار، میرا جذبۂ شوق
بنا نہ دے کہیں تصویرِ انتظار مجھے

ہجوم یاس میں کوشش نہ کوئی کام آئی
تسلیوں نے کیا اور بے قرار مجھے

کہیں مرا دلِ گم گشتہ ہو نہ خاک بسر
کہ دور تک نظر آتا ہے یہ غبار مجھے

جنوں کی خیر ہو یارب کہ شوق کے ہاتھوں
رہا نہ جیب و گریباں پہ اختیار مجھے

جواب اُن کا کہاں سارے جہاں میں
دبی ہیں بجلیاں جو آشیاں میں

لبوں تک جان بھی کھنچ آئی یارب — توقف کیا ہے مرگ ناگہاں میں
جگر پر اپنی چھوڑ آیا ہوں صیّاد — لہو کے چند قطرے آشیاں میں
اشارہ ہے کسی کی اک نظر کا — وگرنہ کیا ہے، جان ناتواں میں
بتا دے بیخودی عشق اتنا — قفس میں ہوں کہ ہوں میں آشیاں میں
حقیقت کھول کر، اکدن رہیں گے — وہ آنسو جو ہیں چشم رازداں میں
بڑھی جاتی ہے وحشت ہر قدم پر — چھپا جاتا ہوں گرد کارواں میں
یہ رنگ اتحاد، اللہ اکبر — شبیہہ دل ہے ہر اشک رواں میں
جسے بھی جو اٹھکر ہوش کھو دیں — وہ نغمے ہیں مرے ساز فغاں میں
رہی لرزاں ہمیشہ ان سے بجلی — جو تنکے بچ رہے تھے آشیاں میں
کئے جا نالے، اے بلبل کئے جا — قفس بھی مل رہے گا آشیاں میں

کسی نے پھر نہ سنا درد کے فسانے کو — مرے نہ ہونے سے راحت ہوئی زمانے کو
اب اس میں جاں مری جائے یا رہے صیّاد — بہاریں تو نہ چھوڑوں گا آشیانے کو
چلا نہ پھر کوئی مجھ پر فریب ہستی کا — لحد تک آئی اجل بھی مرے منانے کو
ذرا مری اس بےکسی کی داد تو دے — قفس میں بیٹھ کے رو تا ہوں آشیانے کو

وفا کا نام کوئی بھول کر نہیں لیتا ترے سلوک نے چونکا دیا زمانے کو

قفس کی یاد میں پھر جی یہ چاہتا ہے جگر
لگا کے آگ نکل جاؤں آشیانے کو

جب کبھی چھیڑا جنوں نے دیدۂ خونبار کو بھر دیا پھولوں سے ہم نے دامنِ کہسار کو
ٹیس لگ جائے نہ اُنکی حسرتِ دیدار کو اے ہجومِ غم، سنبھلنے دے ذرا بیمار کو
فکر ہے زاہد کو حور و کوثر و تسنیم کی اور ہم جنت سمجھتے ہیں ترے دیدار کو
دیکھنے والے نگاہِ مست ساقی کے کبھی آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھیں ساغرِ سرشار کو
ہر قدم پر، ہر روش پر، ہر ادا پر، ہر جگہ دیکھنا پڑتا ہے اندازِ نگاہِ یار کو

لاکھ سمجھایا جگر کو ایک بھی مانی نہ بات
دھن لگی تھی کوچۂ قاتل کے پھیرے یار کو

دل کو مٹا کے داغِ تمنا دیا مجھے اے عشق تیری خیر ہو یہ کیا دیا مجھے
محشر میں بات بھی نہ زباں سے نکل سکی کیا جھک کے اس نگاہ نے سمجھا دیا مجھے
ہر بار یاس ہجر میں دل کی ہوئی شریک ہر مرتبہ اُمید نے دھوکا دیا مجھے

اللہ تیغ عشق کی یہ ہم مزاجیاں میرے ہی خون شوق میں نہلا دیا مجھے
خوش ہوں کہ حسن یار نے اپنے ہی ہاتھ سے اک دلفریب داغ تمنا دیا مجھے
دنیا سے کھو چکا تھا مرا جوش انتظار آواز پائے یار نے چونکا دیا مجھے
دعویٰ کیا تھا ضبط محبت کا اے جگر
ظالم نے بات بات پہ تڑپا دیا مجھے

فلک کے جور زمانے کے غم اٹھائے ہوئے ہمیں بہت نہ ستاؤ کہ ہیں ستائے ہوئے
نہ جانے دل میں وہ کیا سوچتے رہے پیہم مرے جنازے پہ تا دیر سر جھکائے ہوئے
نگاہِ شوق نے محشر میں صاف تاڑ لیا کہاں وہ چھپتے کہ آنکھوں میں تھے سمائے ہوئے
انھیں میں راز محبت کسی کا پنہاں تھا جب خشک ہو گئے آنسو مژہ تک آئے ہوئے
حدود کوچۂ محبوب ہیں وہیں سے شروع
جہاں سے پڑنے لگیں پاؤں ڈگمگائے ہوئے

شب وصل کیا مختصر ہو گئی ذرا آنکھ جھپکی سحر ہو گئی
نگاہوں نے سب راز دل کہہ دیا انھیں آج اپنی خبر ہو گئی

بڑی چیز ہے طرز بیگانگی   یہ ترکیب اگر کارگر ہوگئی
الٰہی بڑا ہو غم عشق کا!!   سُنا ہے کہ اُن کو خبر ہوگئی
کئے مجھ پہ احساں غم یار نے   ہمیشہ کو نیچی نظر ہوگئی
نمایاں ہوئی صبح پیری جگر
بس اب داستاں مختصر ہوگئی

چلے گا کام تمہارا نہ اب گواہوں سے   کہ ٹپکی پڑتی ہے شرمندگی نگاہوں سے
اثر کو بھی نہ رہا ربط دل کی آہوں سے   خدا پناہ میں رکھے تری نگاہوں سے
کہیں تمہیں بھی نہ پڑ جائے کام آہوں سے   بچے رہو مری حسرت بھری نگاہوں سے
مریض ہجر کے چہرے پہ آگئی رونق   ابھی وہ کہہ گئے کیا جانے کیا نگاہوں سے
زمیں بھی نہ اٹھائے گی میری خاک کا بار   گرا دیا جو مجھے تم نے اگر نگاہوں سے
جگر بتائیے کچھ حال زار خیر تو ہے
یہ کیوں برستی ہیں مایوسیاں نگاہوں میں

جوانی آتے ہی اُن پر قیامت کی بہار آئی

اُٹھی جب آشیاں سے آگ تب گلشن میں بہار ر

وہ گھر برباد ہی ہو جائے تو بہتر ہے جس گھر میں

نہ صبح وصل آئی اور نہ شام انتظار

نگاہ یاس اور دب کر نگاہ سے رہتی

گئی اور چند نشتر اُن کے دل میں بھی اُتا

بہار رفتہ میری پھر نہ آئی اے جگر واپس
چمن میں ہر خزاں کے بعد لیکن اک بہار آئی

